ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

38

www.tanzeem.org

24 تا 30 ستمبر 2013ء / 17 تا 23 ذوالقعدہ 1434ھ

اس شمارے میں

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کیوں؟

ظہار اور اُس کے احکام

اب یا کبھی نہیں

حج بیت اللہ اور اُس کی حکمتیں

آل پارٹیز کانفرنس...... توقعات وخدشات

مجدّد الف ثانیؒ

اسلام کے خلاف صلیبی وصہیونی منصوبے پر تبصرہ

مروجہ اسلامی بنکاری؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

صبر سے کام لو!

’’اپنے جذبات وخواہشات کو قابو میں رکھو۔ جلد بازی، گھبراہٹ، ہراِس، طمع اور نامناسب جوش سے بچو۔ ٹھنڈے دل اور جچی تلی قوتِ فیصلہ کے ساتھ کام کرو۔ خطرات اور مشکلات سامنے ہوں تو تمہارے قدموں میں لغزش نہ آئے۔ اشتعال انگیز مواقع پیش آئیں تو غیظ وغضب کا ہیجان تم سے کوئی بے محل حرکت سرزد نہ کرانے پائے۔ مصائب کا حملہ ہو اور حالات بگڑتے نظر آ رہے ہوں تو اضطراب میں تمہارے حواس پراگندہ نہ ہو جائیں۔ حصولِ مقصد کے شوق سے بے قرار ہو کر یا کسی نیم پختہ تدبیر کو سرسری نظر میں کارگر دیکھ کر تمہارے ارادے شتاب کاری سے مغلوب نہ ہوں۔ اور اگر کبھی دنیوی فوائد ومنافع اور لذاتِ نفس کی ترغیبات تمہیں اپنی طرف لُبھا رہی ہوں تو اُن کے مقابلہ میں بھی تمہارا نفس اِس درجہ کمزور نہ ہو کہ بے اختیار اُن کی طرف کھِنچ جاؤ۔ یہ تمام مفہومات صرف ایک لفظ ’’صبر‘‘ میں پوشیدہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اِن تمام حیثیات سے صابر ہوں، میری تائید اُنہی کو حاصل ہے۔‘‘

تفسیر سورۃ انفال آیت 46

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سُورۃ اِبراھیم

(آیات: 35، 36)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّـعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ؕ‏ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۳۶﴾

آیت ۳۵ ﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّـعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۵﴾﴾ ''اور یاد کرو جب کہا ابراہیمؑ نے کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو بنا دے امن کی جگہ اور بچائے رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔''

یہ مضمون سورۃ البقرۃ کے پندرھویں رکوع کے مضمون سے ملتا جلتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ماقبل زمانہ کی جو تاریخ ہمیں معلوم ہوئی ہے اس کے مطابق اس دور کی سب سے بڑی گمراہی بت پرستی تھی۔ آپؑ سے پہلے کی تمام اقوام اسی گمراہی میں مبتلا تھیں۔ آپؑ کی اپنی قوم کا اس سلسلے میں یہ حال تھا کہ انہوں نے ایک بہت بڑے بت خانے میں بہت سے بت سجا رکھے تھے۔ انہی بتوں کا سورۃ الانبیاء میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو توڑا تھا۔ اس کے علاوہ آپؑ کی قوم ستاروں کی پوجا بھی کرتی تھی' جبکہ نمرود نے انہیں سیاسی شرک میں بھی مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ اختیارِ مطلق کا دعویدار تھا اور جس چیز کو وہ چاہتا جائز قرار دیتا اور جس کو چاہتا ممنوع۔

آیت ۳۶ ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ ۚ﴾ ''اے میرے پروردگار! ان بُتوں نے (پہلے بھی) بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ تو جو کوئی میری پیروی کرے وہ تو بلاشبہ مجھ سے ہے''

میں نے خود کو ہر قسم کے شرک سے پاک کر لیا ہے' اب جو لوگ میری پیروی کریں' شرک سے دُور رہیں' توحید کے راستے پر چلیں' ایسے لوگ تو میرے ہی ساتھی ہیں' اُن کے ساتھ تو تیرا وعدہ پورا ہو گا۔

﴿وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۶﴾﴾ ''اور جو میری نافرمانی کرے تو بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طبیعت کے بارے میں ہم سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ چکے ہیں: ﴿اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَـلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ﴿۷۵﴾﴾ کہ آپؑ بہت ہی نرم دل' حلیم الطبع اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ چنانچہ جب گنہگاروں کا ذکر ہوا ہے تو آپؑ نے اللہ کی صفاتِ غفاری اور رحیمی کا ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ بالکل اسی انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی التجا کا ذکر سورۃ المائدۃ میں آیا ہے: ﴿اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾﴾ یعنی پروردگار! اگر تو انہیں عذاب دے گا تو وہ تیرے ہی بندے ہیں' تو جس طرح چاہے انہیں عذاب دے' تیرا اختیار مطلق ہے۔ لیکن اگر تو انہیں معاف کر دے تو بھی تیرے اختیار اور تیری حکمت پر کوئی اعتراض کرنے والا نہیں ہے۔

فرمان نبویؐ

کپڑے پہنتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اسۡتَجَدَّ ثَوۡبًا سَمَّاہُ بِاسۡمِہٖ عِمَامَۃً اَوۡ قَمِیۡصًا اَوۡ رِدَاءً ثُمَّ یَقُوۡلُ ((**اَللّٰھُمَّ لَکَ الۡحَمۡدُ کَمَا کَسَوۡتَنِیۡہِ اَسۡاَلُکَ خَیۡرَہٗ وَخَیۡرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّہٖ وَ شَرِّمَا صُنِعَ لَہٗ**))۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے عمامہ یا کرتا چادر تو اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کہتے: ''اے اللہ! تیرا شکر اور تیری حمد جیسا کہ تو نے مجھے پہننے کو دیا یہ (عمامہ یا کرتا یا چادر) خداوندا! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس کا خیر اور جو اس کا وجود ہے اس کا خیر (یعنی یہ کپڑا میرے لیے باعثِ خیر ہو اور اس کا جو اچھا مقصد ہے وہ مجھے نصیب ہو مثلاً اس کو پہن کر تیری عبادت کروں اور تیرا شکر ادا کروں) اور میں مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے مقصد یعنی استعمال کے شر سے تیری پناہ (یعنی اس کپڑے میں اور اس کے استعمال میں جو شر ہو سکتا ہے اس سے میری حفاظت فرما۔)''

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوب الحق عاجز

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کیوں؟

پاکستان نے اپنے قیام کے وقت سے ہی امریکی دوستی کا دم بھرا۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم خان لیاقت علی خان نے اپنا روس کا طے شدہ دورہ منسوخ کر کے امریکہ کا دورہ کیا۔ پاکستان نے سیٹو اور سینٹو معاہدوں میں شرکت کی۔ پشاور کے بڈھ بیر اڈے سے امریکا کے لئے جاسوسی کی پاداش میں اُسے سابق سوویت یونین کی طرف سے پشاور کے نقشے پر سرخ لکیر کھینچے جانے کی دھمکی ملی۔ بعدازاں ماسکو اور نئی دہلی (اور خود واشنگٹن) کی ملی بھگت سے اپنے مشرقی بازو کی علیحدگی کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ نائن الیون کے بعد امارت اسلامی افغانستان کے خاتمے میں ہم نے امریکہ کے ساتھ مجرمانہ تعاون کیا اور لاجسٹک سپورٹ کے نام پر امریکہ کو ہر وہ مدد دی جس کا وہ طلبگار ہوا۔ ہماری سرزمین سے امریکی بمبار طیاروں نے ہمارے افغان بھائیوں کو خون میں نہلا دینے کے لئے 57 ہزار اڑانیں بھریں۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے اسلام کے خلاف لڑی گئی اس جنگ میں امریکا کی حمایت کر کے ہم نے لاکھوں افغان بھائیوں کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے کے علاوہ اپنے چالیس ہزار سے زائد فوجی اور عام شہریوں کا جانی نقصان برداشت کیا۔ اس سب کے باوجود امریکا ہمارے درپے آزار ہے، اور ہمارا ایٹمی پروگرام اُس کا خصوصی نشانہ بنا ہوا ہے۔ حال ہی میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے سابق اہلکار ایڈورڈ سنوڈن نے واشنگٹن پوسٹ کو دی گئی دستاویزات میں یہ انکشاف کیا ہے کہ گزشتہ دس پندرہ سال سے امریکا کی جاسوسی کا محور پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔ اب امریکا نے اپنے اتحادی پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی نگرانی بڑھادی ہے۔ پاکستان میں مہنگا ترین اور وسیع جاسوسی نظام قائم کیا ہے۔ نئے سیل بنائے ہیں اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی نگرانی کو غیر معمولی اہمیت دے رہا ہے۔ امریکی حساس اداروں میں ایک بڑے شعبے کا قیام خالصتاً پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی خامیوں کا پتہ چلانے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ امریکا پاکستان بالخصوص اس کے ایٹمی پروگرام کی جاسوسی پر جو رقم خرچ کر رہا ہے وہ اس رقم سے کئی گنا زیادہ ہے جو وہ پاکستانی حکومت اور فوج کو امداد کے نام پر دیتا ہے۔ بلیک بجٹ دستاویزات کے مطابق دنیا کو جاسوسی مقاصد کی اہمیت کے اعتبار سے دو کیٹگریز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک کیٹگری میں پاکستان کو رکھا گیا ہے جبکہ دوسری کیٹگری میں کرۂ ارض سے باقی تمام ممالک رکھے گئے ہیں۔

اس وقت دنیا میں پاکستان کے علاوہ چھ دیگر علانیہ ایٹمی طاقتیں ہیں۔ روس، امریکا، برطانیہ، فرانس، بھارت اور چین۔ اسرائیل غیر علانیہ طور پر بہت بڑی ایٹمی قوت ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ چند دہائیوں میں اٹلی، جرمنی، بلجیم اور ہالینڈ بھی ایٹمی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی بھی ملک کے ایٹمی پروگرام کی نگرانی نہیں ہوتی، نہ کسی ایٹمی طاقت کے بارے میں کبھی کوئی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ فلاں ملک کے ایٹمی ہتھیار غیر محفوظ ہیں، ان پر انتہا پسند قابض ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان کی سکیورٹی کا انتظام ہونا چاہئے۔ ہمارے پڑوس میں بھارت ایٹمی طاقت ہے، جس نے ہمیشہ جنگی جنون کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہاں سڑسٹھ علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ ہندو انتہا پسندی زوروں پر ہے۔ اسرائیل کی ایٹمی ریاست جس کا وجود ہی دہشت گردی کا مرہون منت ہے، جو ارض فلسطین کے سینے میں خنجر کی صورت میں پیوست ہے، اس کے مظالم اور بربریت سے ایک دنیا آگاہ ہے۔ مگر نہ تو انڈیا کے ایٹمی پروگرام پر کوئی شور مچایا جاتا ہے، نہ اسرائیل ہی کے ایٹمی پروگرام کے غیر محفوظ ہاتھوں میں لگنے کی دہائی دی جاتی ہے، نہ ان کی جاسوسی پر دنیا کا سب سے بڑا جاسوسی نیٹ ورک بنایا جاتا ہے۔ یہ پاکستان ہی ہے، جس نے ہمیشہ امن پسندی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے، مگر پھر بھی اس کا ایٹمی پروگرام دل یزداں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ ایک عرصے سے امریکا اور صہیونی ہمارے ایٹمی پروگرام کے درپے آزار ہیں اور اس کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ تعصب اور جانبداری اُس وقت اپنی انتہا پر نظر آتی ہے جب پاکستان کے بم کو اسلامی بم تو کہا جاتا ہے لیکن ہندوستان کے بم کو ہندو بم، امریکہ اور یورپ کے بم کو عیسائی بم نہیں کہا جاتا۔

ماضی میں ہمارے ایٹمی اثاثوں کی تلاش کے حوالے سے کئی کوششیں کی گئیں۔ ہولناک زلزلے اور بعدازاں سیلاب کے دوران امدادی کاموں کی آڑ میں بعض جاسوسوں کی آمد کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔ ایک عرصہ تک یہ منصوبہ بھی امریکا کے زیرغور رہا ہے کہ فوجی آپریشن کے ذریعے پاکستان کے تمام ہتھیاروں کو اپنی تحویل میں لے کر نیو

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 ستمبر 2013ء — جلد 22
17 تا 23 ذوالقعدہ 1434ھ — شمارہ 38

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

میکسیکو میں بنائے گئے گوداموں میں منتقل کر دیا جائے۔ 2010 میں فلپائن کے ذریعے ایٹمی پروگرام کی جاسوسی کے لیے آلات بھی پاکستان لانے کی خبریں سامنے آئی تھیں۔ واشنگٹن پوسٹ ہی نے یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کے لیے امریکا کے فوجی ماہرین نے خفیہ مشقیں بھی شروع کر دی ہیں۔ ایٹمی ہتھیاروں کی سکیورٹی کے سلسلہ میں مشترکہ سکیورٹی کے مطالبات بھی کیے جاتے رہے ہیں۔ اس پس منظر میں جنرل (ر) حمید گل کا یہ قول مبنی برحقیقت معلوم ہوتا ہے کہ نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ، پاکستان نشانہ ہے۔

امریکا، اسرائیل اور دیگر حلیفوں کی جانب سے ہمارے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کی دو بنیادی وجوہ ہیں، جو باہم مربوط ہیں اور اُن کا تعلق نیو ورلڈ آرڈر اور گریٹر اسرائیل کے قیام کے ایجنڈے سے ہے۔ ہمارے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کی ایک بنیادی وجہ اسلام ہے۔ امریکا پر ایک عرصہ سے نیو کنزرویٹو مسلط ہیں، جو یہود کے پوری طرح وفادار ہیں۔ یہ لوگ نیو ورلڈ آرڈر جو ''آسمانی بادشاہت'' کے قیام کی تمہید ہے کا غلبہ چاہتے ہیں اور اس کے راستے میں اسلام کو واحد رکاوٹ اور حقیقی خطرہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام مغرب کے سودی سرمایہ دارانہ نظام، بے خدا جمہوریت اور حیا سے عاری دجالی تہذیب کے مقابلے میں ایک اعلیٰ وارفع اور نہایت عادلانہ ورلڈ آرڈر پیش کرتا ہے، اور اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا کرتا ہے، نہ صرف اپنے ہاں بلکہ اللہ کی پوری دھرتی پر اسی آرڈر کے غلبہ کے لیے کوشاں ہوں۔ امریکا کی زمام اقتدار پر قابض وائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹس کی اسلام مخالف جارحانہ فکر کی بنیادوں میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ انجیل (کتاب مکاشفہ 16.16) کی رو سے عنقریب ارض فلسطین میں خیر کی قوتوں (بقول ان کے امریکا اور اسرائیل) اور شر کی قوتوں (انہی کے بقول مسلمانوں) کے درمیان آخری فیصلہ کن معرکہ برپا ہوگا۔ اس میں فتح خیر کی قوتوں کو نصیب ہوگی۔ اس کے بعد مسیح کا دوبارہ ظہور ہوگا اور وہ 1000 سال تک روئے زمین پر بادشاہت کریں گے۔ اس آخری معرکہ سے قبل جسے آرمیگاڈن کا نام دیا گیا ہے، یہ لوگ اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام کو ختم یا بالکل کمزور کر دیا جائے۔ اس کے نظام زندگی کو جو مسلمانوں کو مزاحمت، مقابلہ اور جہاد پر ابھارتا ہے، کسی صورت ابھرنے نہ دیا جائے۔ شریعت یا خلافت کو کہیں بھی قائم نہ ہونے دیا جائے۔ افغانستان کی جنگ اسی غرض سے لڑی گئی۔

پاکستان اگرچہ اپنے قیام کے سڑسٹھ سال گزر جانے کے باوجود اسلامی ریاست نہ بن سکا، مگر جوہری طور پر اس میں اسلامی ریاست کے طور پر ابھرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ یہاں اسلام کے لیے تحریک موجود ہے۔ سیکولر جمہوریت کی حکمرانی کے باوجود آئین پاکستان کی اسلامی دفعات، فوج کا ماٹو ایمان، تنظیم اور جہاد فی سبیل اللہ، عوام کی اسلام کے ساتھ جذباتی وابستگی اور اپنے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت وہ عوامل ہیں جو ریاست کی اسلامی تشکیل کے امکانات کو بڑھا دیتے ہیں۔ اگر یہ ملک کبھی اسلامی نظام کی روشنی سے منور ہو گیا اور اسے اسلامی قیادت میسر آ گئی تو اس کی عسکری اور خارجہ پالیسی یقیناً ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ﴾ کے تابع ہوگی۔ عسکری میدان میں ایک نام کے مسلمان بلکہ سیکولر ملک کی قوت بھی گوارا نہیں کی جاسکتی، تو ایک نظریاتی امکانات سے بھرپور ریاست کا ایٹمی وجود کیونکر برداشت کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کی دوسری بنیادی وجہ صہیونی ریاست اسرائیل کے لیے ممکنہ خطرہ کا سد باب ہے۔ ارض فلسطین کے سینے میں خنجر کی مانند پیوست دجالی ریاست اسرائیل پروٹوکولز کے منصوبے کے عین مطابق گریٹر اسرائیل کے قیام اور دنیا پر اپنی بالادستی کے لئے کوشاں ہے۔ صہیونی عرصہ ہوا عیسائیت کو فتح کر چکے ہیں۔ امریکی سیاست اور اقتصادیات پر ان کی اجارہ داری قائم ہو چکی ہے۔ اسلامی دنیا میں بھی عرب جابر بادشاہ اور فوجی آمر اپنے اقتدار کے تحفظ کے لالچ میں ان کے سامنے سجدہ ریز ہو چکے ہیں۔ عراق کی عسکری طاقت کو امریکا اور اتحادیوں کی یلغار کے ذریعے ختم کر دیا گیا ہے۔ شام کے لئے بھی منصوبہ تیار ہے۔ عالم عرب سے باہر مسلم دنیا میں صرف دو ممالک ایسے ہیں جن کی افرادی یا عسکری قوت اسرائیل کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ یہ دو ممالک افغانستان اور پاکستان ہیں۔ 2009 میں اسرائیل کے وزیر خارجہ لیبرمین نے اپنے ایک بیان میں صاف لفظوں میں کہا تھا کہ ''ہمارے لئے بلکہ پوری دنیا کے لیے اصلی خطرہ افغانستان اور پاکستان ہیں''۔ یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی نظریاتی ریاست اسرائیل کی حقیقی حریف ہے۔

یہودیوں نے قیام پاکستان کے بعد ہی سے یہ کوششیں شروع کر دی تھیں کہ کسی طرح پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر لے۔ ہمارے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو دورۂ امریکا کے دوران ورلڈ جیوش کانگریس کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھاری امداد (رشوت) کی بھی پیشکش ہوئی تھی مگر انہوں نے اسے جذبۂ ایمانی سے ''Our souls are not for sale'' کہہ کر ٹھکرا دیا۔ بعد میں بھی یہ کوششیں کسی نہ کسی انداز میں جاری رہیں۔ پرویز مشرف کے دور میں فوجی آمر نے خود اور اس کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے اسرائیلی حکام سے اس ضمن میں ملاقاتیں بھی کیں، مگر پھر عوامی دباؤ پر بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ 1967ء میں جب اسرائیل میں عرب اسرائیل جنگ جیتنے پر جشن فتح منایا جا رہا تھا، سابق اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں اصل خطرہ عربوں سے نہیں، پاکستان سے ہے۔ لہٰذا جیسے بھی ہو وہ پاکستان کو رام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر کے اس کی مخالفت ترک کر دے، عرب حکمرانوں کی طرح اس کے آگے بچھ جائے اور اپنی نظریاتی شناخت سے کلیتاً دستبردار ہو کر صہیونیوں کی ڈکٹیشن پر چلنے پر پوری طرح آمادہ ہو جائے تو اس کے ایٹمی پروگرام سے صرفِ نظر کیا جاسکتا ہے (اگرچہ یہ بھی وقتی طور پر ہی ہوگا)۔ یہ آفر سابق امریکی صدر ریگن نے پاکستانی حکمرانوں کو کی تھی۔ سابق سفارتکار اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں اہم کردار کے حامل میاں عبدالوحید اپنی کتاب ''Memories Fades'' میں اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''ایک دن میں اپنے آفس میں موجود تھا کہ امریکی سفیر مسٹر راب کا فون آیا، اور مجھ سے کہا کہ وہ میرے گھر آ کر میرے ساتھ ایک کپ کافی پینا چاہتا ہے۔ راب کو معلوم تھا کہ میں جنرل ضیاء الحق اور بیگم ضیاء الحق کا فرسٹ کزن ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ صدر ریگن کے حوالے سے ایک انتہائی اہم معاملے پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس سلسلے میں میں صدر ضیاء الحق سے ذاتی طور پر گفتگو کروں۔ راب نے مجھ سے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مخالفت کی بنیادی وجہ پاکستان کی جانب سے اسرائیل کی مخالفت ہے۔ اگر پاکستان اسرائیلی ریاست کی مخالفت سے دستبردار ہو جائے تو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مخالفت خود ہی دم توڑ جائے گی اور پاکستان کو اس کے بدلے مصر سے بھی زیادہ امداد مل سکتی ہے۔'' (باقی: صفحہ 15 پر)

"ظہار" اور اُس کے احکام

سورۃ المجادلہ کی آیات 1 تا 4 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 13 ستمبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد]

حضرات! سورۃ الحدید کا مطالعہ الحمدللہ مکمل ہو چکا ہے۔ اِس کے بعد سورۃ المجادلہ ہے، جو 28 ویں پارے کی پہلی سورت ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ قرآن حکیم کی بنیادی تقسیم سورتوں کی صورت میں ہے۔ سیپاروں کی تقسیم تو بہت بعد میں ہوئی، اور اس غرض سے ہوئی کہ ایک مسلمان روزانہ ایک پارہ پڑھ کر تیس دنوں میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل کر لے۔ حضور ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں یہ تقسیم موجود نہیں تھی۔ ایک سیپارے کے برعکس سورت اپنی جگہ علم اور حکمت و معرفت کا ایک شہر ہے۔ سورت فصیل کو کہتے ہیں۔ جیسے شہر کے گرد ایک فصیل ہوتی ہے جس کے اندر بازار، مارکیٹیں، محلے ہوتے ہیں، اسی طرح حکمت و معرفت اور شرعی احکام یہ سب چیزیں قرآن مجید کی سورتوں میں ہیں۔ اس حوالے سے ہر سورت اپنی جگہ ایک مکمل شہر ہے۔ اس کا ایک اپنا عمود اور ایک مرکزی مضمون ہے، ایک خاص اُٹھان ہے۔ قرآن مجید 114 سورتوں پر مشتمل ہے، جن میں کچھ سورتیں بہت چھوٹی ہیں جیسے آخری پارے کی سورتیں الکوثر، معوذتین، العصر وغیرہ اور کچھ سورتیں بہت بڑی ہیں جیسے سورۃ البقرہ جو اڑھائی پاروں پر مشتمل ہے۔ ہر سورت کا اپنا ایک مضمون ہوتا ہے۔ جبکہ پاروں کی تقسیم میں مضامین کا لحاظ نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی ایک تقسیم اور ہے جو عہد صحابہؓ سے چلی آتی ہے اور وہ قرآن کی احزاب میں تقسیم ہے۔ پورے قرآن کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا، تاکہ ایک مسلمان روزانہ ایک حصہ پڑھ کر سات دنوں میں قرآن کی تلاوت مکمل کر لے۔ اس تقسیم میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ سورتوں کی فصیل ٹوٹنے نہ پائے، خواہ حجم کے اعتبار سے احزاب میں تھوڑا بہت فرق واقع ہو جائے۔

قرآن کی ساتویں اور آخری منزل ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس کی ابتدا سورۃ ق سے ہوتی ہے، اور اس میں زیادہ تر قرآن مجید کا تذکیری پہلو ہے، جنت دوزخ کا تذکرہ اور دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہے۔ اس منزل کی پہلی سات سورتیں ہم پڑھ چکے ہیں۔ یعنی سورۃ قٓ سے سورۃ واقعہ تک، یہ ساتوں سورتیں مکی ہیں۔ اس کے بعد مدنی سورتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور دس مدنی سورتیں اکٹھی آتی ہیں۔ ان میں پہلی مدنی سورت سورۃ الحدید ہے، اِس کا مطالعہ بھی ہم کر چکے ہیں۔ آج ہمیں سورۃ المجادلہ کے مطالعے کا آغاز کرنا ہے۔ اس سورت کے باقاعدہ مطالعہ سے پہلے مکی اور مدنی سورتوں کے بارے میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کر دی جائیں۔

مکی سورتوں کا موضوع ایمانیات، توحید، رسالت اور آخرت ہے۔ اس کے مقابلے میں مدنی سورتوں کے اندر شریعت بھی ہے، احکام بھی ہیں، مسلمانوں کو خصوصی ہدایات بھی ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ اللہ کے دین کو غالب اور قائم کرنے کے لیے جو انقلابی جدوجہد فرما رہے تھے، اس کے حوالے سے بھی راہنمائی ہے۔ پھر اس جدوجہد میں ایک تو آپؐ کے وہ ساتھی تھے جو آپؐ کے دست و بازو تھے کہ جہاں نبی ﷺ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانا سعادت سمجھتے تھے۔ مگر دوسری طرف مسلمانوں ہی میں ایک گروہ اُن لوگوں کا تھا جو دنیاداری اور اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے یہود سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے تھے، ان سے تعلقات رکھتے ہیں۔ اور اس رویے کی بنا پر آہستہ آہستہ ایمان زائل ہو رہا تھا اور اس کی جگہ اندر نفاق ڈیرہ لگا لیتا تھا۔ یہ لوگ حضور ﷺ کی جدوجہد کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ مدنی سورتوں میں ان لوگوں کو بھی بے نقاب کیا گیا، تاکہ رہتی دنیا تک یہ بات مسلمانوں کے سامنے رہے کہ جب بھی دین کا کوئی کام ہوگا، مسلمانوں ہی میں سے ایک طبقہ اس کی مخالفت کرے گا۔ اِس اعتبار سے قرآن مجید اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل ہے ہر اُس مسلمان کے لئے جو واقعی اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وفادار ہے، اور جو غلبۂ دین کے نبویؐ مشن کو آگے لے کر بڑھنا چاہتا ہے۔ یہ کوئی چودہ سو سال پرانے قصے نہیں ہیں، بلکہ اس میں ہمارے لئے مکمل رہنمائی ہے۔

قرآن مجید کا دو تہائی حصہ مکی ہے۔ لیکن اس میں شریعت کے تفصیلی احکامات نہیں ہیں، بلکہ ساری بات ایمان کی اور شرک کی نفی کی ہو رہی ہے، رسالت اور آخرت کی ہو رہی ہے، نبیوں اور رسولوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ کی نعمتوں، اس کی قدرت کا ذکر ہے۔ پھر چیدہ چیدہ اخلاقی تعلیمات جیسے والدین کے ساتھ حسن سلوک، یتیم اور کمزور طبقات کے ساتھ بھلائی، اور ماپ تول میں کمی سے احتراز وغیرہ کا بیان ہے۔ شریعت کے تفصیلی احکام مدنی سورتوں میں آئے ہیں۔ مدینہ میں ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پا رہا تھا، لہٰذا بتا دیا گیا کہ اس کے اصول کیا ہوں گے۔ اسلامی معاشرہ میں کون سی اقدار کو پروموٹ کیا جائے گا اور کون سی چیزیں (منکرات) ہیں جن کو سٹیٹ جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی؟ پھر معاشرتی نظام کیسا ہوگا؟ عائلی زندگی نکاح، طلاق، عدت، رضاعت جیسے مسائل میں تفصیلی راہنمائی کیا ہے؟ معاشی زندگی، سیاسی معاملات میں آسمانی ہدایات کیا ہیں؟ یہ ساری باتیں مدنی قرآن کے اندر تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ نازل ہوئیں، جن سے ایک اسلامی معاشرے کے خدوخال واضح ہوتے چلے گئے۔

سورۃ المجادلہ کا آغاز ایک واقعہ سے ہوتا ہے اور اس میں بھی شریعت کے حوالے سے ایک راہنمائی ہے۔ فرمایا:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (۱)﴾

''(اے پیغمبرؐ) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی اور اللہ سے شکایت (رنج وملال) کرتی تھی، اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔''

یہ آیات قبیلہ خزرج کی خاتون خولہ بنت ثعلبہ کی تکرار اور مباحثہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں، جو وہ نبی اکرم ﷺ سے اپنے شوہر اوس بن صامتؓ کے ''ظہار'' کی بابت کر رہی تھیں۔ قبل از اسلام عربوں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غصے میں یہ کہہ دیتا کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ (تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) تو یہ طلاق بلکہ اس سے بھی شدید قطع تعلق کا اعلان خیال کیا جاتا تھا، کیونکہ اُن کے نزدیک اس کے معنی یہ تھے کہ نہ صرف آدمی اپنی بیوی سے ازدواجی رشتہ توڑ رہا ہے، بلکہ اُسے ماں کی طرح اپنے اوپر حرام قرار دے رہا ہے۔ خولہؓ کو جب اُن کے شوہر نے ''ظہار'' کر دیا تو وہ شدید پریشانی کی کیفیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی حکم نہیں دیا۔ وہ شکوہ وزاری کرتی اور بار بار حضور ﷺ سے عرض کرتی تھیں کہ اگر ہم دونوں میں جدائی ہوگئی تو میں مصیبت میں پڑ جاؤں گی، میرے بچے تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی، اللہ یہ مکالمہ سن رہا تھا۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آگے ظہار کے متعلق اللہ کا حکم آیا کہ

﴿اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـىِٕيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (۲)﴾

''جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے۔ بیشک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔''

یعنی ظہار کی بابت عرب جاہلیت کا دستور درست نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص بیوی کو ماں سے تشبیہ دے دے تو ایسے کہنے سے بیوی ماں نہیں ہو سکتی، آخر وہ عورت جس نے آدمی کو جنا نہیں، محض کہہ دینے سے ماں کیسے ہو جائے گی۔ یہ تو نہایت کم عقلی کی بات اور جھوٹ ہے۔ یہ تمہارے اپنے بنائے ہوئے تصورات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا نہایت بیہودہ اور شرمناک ہے اور اس سے احتراز کیا جانا چاہیے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ یہ بات ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اُس قانون کو منسوخ کر دیا، جس کی رو سے ظہار کرنے والے شخص سے اُس کی بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا تھا۔ یہ بات سورۃ الاحزاب میں بھی فرمائی گئی کہ ظہار سے بیوی ماں نہیں بن جاتی۔ اسی طرح وہاں یہ بھی فرما دیا کہ ''منہ بولا بیٹا'' بنالینے سے کوئی شخص بیٹا نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا اُسے اس کے اصل باپ کی نسبت سے پکارا جائے۔ ﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ﴾ (آیات: 5,4) ''اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔''

آگے ظہار کے کفارے کا بیان ہے۔ چونکہ ظہار ایک نہایت نامناسب بات اور جھوٹ ہے، لہٰذا ایسی بات منہ سے نکالنے کی سزا یہ ہے کہ آدمی کفارہ دے۔ جس طرح اور بہت سے شرعی معاملات میں کوتاہی پر کفارہ دیا جاتا ہے۔ کفارہ سٹیٹ کی طرف سے نہیں ہے، ایک مسلمان خود دے گا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کی مشروعیت تنبیہ ونصیحت کے لئے ہے، تاکہ آدمی آئندہ ایسی غلطی نہ کرے۔ کفارہ کی بابت فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۳)﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے۔ (مومنو) اس (حکم) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔''

ظہار کرنے والے کو چاہیے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے کفارہ دے، جس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ ایک غلام آزاد کرے۔ حنفیہ کے نزدیک کفارہ سے پہلے جماع اور دواعی جماع دونوں ممنوع ہیں۔ آیت کے آخر میں ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝﴾ کہہ کر یہ واضح فرما دیا کہ اگر آدمی گھر میں بیوی سے ظہار کر بیٹھے اور پھر کفارہ ادا کیے بغیر حسب سابق زوجیت کا تعلق قائم کرے تو خواہ دنیا والوں کو اس کی خبر نہ ہو، اللہ کو بہرحال اُس کی خبر ہے۔ اللہ کے مواخذہ سے بچ نکلنا اُس کے لئے کسی طرح ممکن نہیں۔

کفارہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ﴾

''جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔''

اگر کوئی غلام کو آزاد کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو، تو اُسے چاہیے کہ دو ماہ تک لگاتار روزے رکھے۔ آج کے دور میں تو غلامی کا ادارہ نہیں ہے۔ لہٰذا غلام کو آزاد کرنے کی صورت پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر غلامی کا ادارہ موجود ہو تب بھی کوئی غلام آزاد نہ کر سکے تو دو ماہ تک لگاتار روزے رکھے۔ اور اگر کوئی اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو کفارہ کی تیسری صورت بھی بتا دی کہ آدمی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ﴾

''جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہو (اسے) ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (چاہیے)۔''

یہ آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے خولہ بنت ثعلبہؓ سے کہا (اور بعض روایات کی رُو سے ان کے شوہر کو بلا کر ان سے فرمایا) کہ ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ انہوں نے اس سے معذوری ظاہر کی، تو فرمایا دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اُس کا حال تو یہ ہے کہ دن میں تین مرتبہ کھائیں پئیں نہیں تو ان کی بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر 60 مسکینوں کو کھانا دینا پڑے گا۔ انہوں نے عرض کیا وہ اتنی مقدرت نہیں رکھتے، الا یہ کہ آپؐ مدد فرمائیں۔ تب آپؐ نے انہیں اتنی مقدار میں سامان خوراک عطا فرمایا جو 60 آدمیوں کی دو وقت کی غذا کے لیے کافی ہو۔ اس کی مقدار مختلف روایات میں مختلف بیان کی گئی ہے۔ اور بعض

روایات میں یہ ہے کہ جتنی مقدار حضورﷺ نے عطا فرمائی اتنی ہی خود حضرت خولہ نے اپنے شوہر کو دی، تا کہ وہ کفارہ ادا کر سکیں۔ (ابن جریر، مسند احمد، ابوداؤد، ابن ابی حاتم)

﴿ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (٤)﴾

”یہ (حکم) اس لئے (ہے) کہ تم اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔“

ظہار کے متعلق شریعت کا حکم سنانے کے بعد فرمایا کہ تمہیں یہ حکم اس لئے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان لاؤ۔ تمہارا دل گواہی دے کہ جو حکم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے دیا ہے، جو دستور اللہ اور نبی نے عطا کیا ہے، وہی سب سے اعلیٰ، برتر اور عادلانہ ہے۔ اُسی میں خیر ہے، رحمت ہے۔ ایک مومن کا یہ کام نہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ جب زندگی کے کسی معاملے میں اُس کے لئے ایک قانون اور ضابطہ مقرر کر دیں تو وہ اسے چھوڑ کر دنیا کے بنائے ہوئے ضابطے کی پیروی کرے۔ قرآن مجید میں مشرکین کی تنبیہ کے لئے فرمایا گیا کہ: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ﴾ (الشوریٰ: 21) ”کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔“ یعنی یہ مشرکین جن کی پوجا کرتے، جن کے آگے سجدہ ریز ہوتے اور جن سے دعائیں مانگتے ہیں کیا انہوں نے آج تک انہیں کوئی شریعت دی ہے؟ کوئی نظام دیا ہے؟ یہ تو اللہ کے نبی ﷺ ہیں جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں، جنہوں نے نوع انسانی کو ایک کامل اور عادلانہ نظام زندگی عطا فرمایا ہے۔ جس میں ایک ایک مسئلے کا حل موجود ہے، جس میں عدل و توازن ہے، اور جو فطرت انسانی سے کامل موافقت رکھتا ہے۔ ان مشرکین کے تو ہر قبیلے کی اپنی روایات ہیں جو عقلیت سے خالی ہیں۔ تو اللہ کی سراپا خیر شریعت اور ہدایت کے نازل ہونے کے بعد اسے تھام لو، اس کو پورے طور پر اختیار کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کی پابندی کرو، انہیں مت توڑو۔ مومنین کو زیبا نہیں کہ وہ حدود اللہ سے تجاوز کریں۔ باقی رہے کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور خود اپنی رائے سے حدیں مقرر کرتے ہیں، انہیں چھوڑیئے، اُن کی راہ نہ چلئے کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

پریس ریلیز 20 ستمبر 2013ء

توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا بارے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے، اس کا فیصلہ علماء کرام اتفاق رائے سے کریں

ایسا قانون نہیں بننا چاہیے کہ عام شہری شاتم رسول کو عدالت کے کٹہرے میں لانے سے ڈرے کہ کہیں الزام ثابت نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ خود دھر لیا جائے

حافظ عاکف سعید

توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا پر علماء کرام کا باہمی اتفاق لازم ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ اسلام معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کے لئے جہاں مجرموں کو کڑی سزا دینے کا حکم دیتا ہے وہاں کسی بے گناہ کو بھی محض جذباتی بنیادوں پر سزا دینے کے سخت خلاف ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نظریاتی کونسل کی اس تجویز پر تبصرہ کر رہے تھے کہ توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو بھی وہی سزا دی جائے جو شاتم رسول کی سزا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس پر مزید غور و فکر بلکہ عالمانہ تحقیق کی ضرورت ہے، اس حوالہ سے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں ذاتی طور پر جھوٹا الزام لگانے والے کو قرار واقعی سزا دینے کے حق میں ہوں لیکن یہ سزا کیا ہو اس کا فیصلہ علماء کرام کو اتفاق رائے سے کرنا ہوگا۔ اُنہوں نے اس پہلو کی طرف توجہ دلائی کہ اس حوالہ سے ایسا قانون نہیں بننا چاہیے کہ عام شہری شاتم رسول کو عدالت کے کٹہرے میں لانے سے ڈرے کہ کہیں الزام ثابت نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ خود دھر لیا جائے۔ لہٰذا اس میں اعتدال اور احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

اب یا کبھی نہیں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک مرتبہ پھر 11/9 آیا اور گزر گیا ہے۔ ہمیں سٹاک ٹیکنگ، اپنا محاسبہ خود کرنے کی ضرورت ہے۔ پتھر کے زمانے میں کھڑا پاکستان ہم سے سوال کناں ہے۔ اس پوری پالیسی کو کھنگالنے کی ضرورت ہے۔ نئی حکومت نئے ارادے اور عزائم رکھتی ہے۔ ہمیں ضمیر (من حیث القوم) ٹٹولنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس میں زندگی، ایمان کی کوئی حرارت، رمق موجود ہو۔ جھوٹ کی چھچھوندر ایک دن اگلنی ہی پڑتی ہے۔ عراق میں بولا جھوٹ آج امریکہ کو بھی شام میں چکانا پڑ رہا ہے۔ وہی عالمی واویلے کا کرتب اس مرتبہ کام نہیں آیا۔ اکلوتی سپر پاور کے سامنے روس تن کر کھڑا ہو گیا۔

ہم نے اس پالیسی کو پرویز مشرف کی حماقت اور امریکہ کے قہر و جبر کے ہاتھوں اپنایا تھا۔ پاکستان کی اسلامی شناخت، دوقومی نظریہ، ایمان، اسلام سے منہ موڑ کر۔ اللہ کی وعیدوں، تنبیہوں احکامات سے منہ موڑ کر اسلامی امارات افغانستان سے دینی اخوت پر بلڈوزر پھیرا اور امریکہ، صلیبی جنگجوؤں کے فرنٹ لائن لشکری بنے۔ جس سے ممانعت پر قرآن کی ان گنت آیات گواہ ہیں۔ ملکی قیادت، سول و عسکری جس اللہ کے نام پر اپنے مناصب کے حلف اٹھاتی ہے، اس کا فرمان ہے 'مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں (یہود و نصاریٰ اور ہندو) کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں'۔ مزید وعید یہ کہ 'اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ (آل عمران:29) اس کی تشریح میں صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں: ''کہیں انسانوں کا خوف تم پر اتنا نہ چھا جائے کہ خدا کا خوف دل سے نکل جائے۔ انسان زیادہ سے زیادہ تمہاری دنیا بگاڑ سکتے ہیں مگر اللہ تمہیں ہمیشگی کا عذاب دے سکتا ہے۔ بدرجۂ مجبوری کبھی کفار کے ساتھ تقیہ کرنا پڑے تو وہ بس اس حد تک ہو کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مفاد اور کسی مسلمان کے جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر تم اپنے جان و مال کا تحفظ کر لو۔ خبردار، کفر اور کفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلے میں کفر کو فروغ حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کفار کے غالب آ جانے کا امکان ہو۔ اگر تم نے اللہ کے دین کو، یا اہل ایمان کی جماعت کو، یا کسی ایک فرد مومن (قطع نظر افغان، عربی، قومیتوں کی مصنوعی تقسیم کے!) کو بھی نقصان پہنچایا، یا خدا کے باغیوں کی کوئی خدمت انجام دی تو اللہ کے محاسبے سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔ جانا تم کو بہرحال اسی کے پاس ہے'۔ احکام شکنی کے بعد لوٹنے کے خوفناک مناظر قرآن کے صفحات پر بار بار دہرائے گئے ہیں اور یہی سب سے بڑا سچ اور حق ہے!''

رہ گئی بات اب مذاکرات کے ذریعے پالیسی پر نظرثانی کی۔ سویلین حکومت مسلم ممالک میں صرف اس وقت چل پاتی ہے جب عملاً پالیسی سازی فوج کے ہاتھ رہے۔ زرداری کے 5 سال پورے ہونے کا کریڈٹ اس اصل الاصول سے چمٹے رہنے کو جاتا ہے۔ ورنہ ملک کی بربادی کا جو ملکہ اس حکومت کو حاصل تھا ڈیڑھ دو سال میں بوریا لپٹ جاتا اقتدار کا۔ مگر چونکہ بالواسطہ ایٹمی پاکستان کی زمام کار امریکہ ہی کے ہاتھ رہی تو وہ سکون سے لوٹا کیے۔ اب بظاہر ڈرائیونگ سیٹ پر نواز شریف ہیں، سٹیئرنگ ان کے ہاتھ میں ہے مگر مسلم ممالک کی اقتدار کی گاڑی ڈبل کنٹرول (ڈرائیونگ ٹریننگ والی) ہوتی ہے! عملاً کنٹرول ساتھ والی سیٹ پر براجمان وردی (مقامی/امریکی) کے ہاتھ ہوتا ہے۔ 'ایل' پلیٹ والا تنہا ڈرائیو کرنے کی اجازت نہیں رکھتا! مذاکرات کر لیجیے۔ معجزہ ہو گا اگر کامیابی سے نتیجہ خیز ثابت ہونے دیے گئے۔ ڈرون حملہ ہمیشہ مذاکرات سبوتاژ کرتا رہا ہے۔ اتنے سادہ لوح نہ بنیے کہ یہ اتنا برمحل نشانہ (مثلاً کمانڈر سنگین زردان والا) امریکہ تنہا کر لیتا ہے۔ یہ حقیقت وکی لیکس کے علاوہ بھی بار بار اندر باہر سے ثابت ہو چکی کہ زمینی معلومات/ جاسوسی ہمارے سرکاری اہلکار فراہم کرتے ہیں ('چپ' کی صورت) اور صرف میزائل ڈرون کے ذمے ہوتا ہے۔ مصر کی کہانی ہمارے سامنے ہے۔ حقیقی جمہوریت ٹینکوں بلڈوزروں سے روندی، گولیوں سے چھلنی کی گئی۔ نام بدل کر نیا نکور حسنی مبارک پھر موجود ہے۔ ترکی میں بھی سیکولر طبقہ، این جی اوز، سول سوسائٹی کے حسین نام کے پردے تلے پھر نکل کھڑا ہوا ہے۔ مقصد اسلام پسند سویلین حکومت کا تختہ الٹنا ہے۔

ہمارے ہاں مصر ہی کی طرح ائمہ، خطباء، مدارس، اہل ایمان کی پکڑ دھکڑ جاری ہے۔ پہلے چرس ہیروئن ڈالی جاتی تھی۔ اب ڈاڑھی کے ساتھ جوڑ بنتا ہے بارود، اسلحے کا۔ سو وہ ڈالا بنایا جاتا ہے۔ نئے قوانین سنگلاخ، بے رحم، بے انصاف دھڑا دھڑ بنائے جا رہے ہیں۔ کیا یہ سویلین حکومت مضبوط ہو رہی ہے یا آمریت اور جبر کی سیاہ آہنی چادر تیار کی جا رہی ہے؟ یہ جھوٹ کی دجالی جنگ میڈیا کے جلو میں دھوم دھڑ کے گرج چمک کے ساتھ چلتی ہے۔ جہاں ویڈیو پر سوات کا شرمناک جھوٹ چلایا جاتا ہے، جہاں لال مسجد سے اسلحہ برآمد کر کے دکھایا جاتا ہے۔ ایسے میں جہاں مسجد کے پنکھے جل کر ٹیڑھے ہو چکے تھے در و دیوار سیاہ دھواں دھواں تھے۔ وہاں چمکتا ہوا نیا اسلحہ برآمد کر کے میڈیا کے ذریعے دکھایا گیا! جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے!

شرمناک باب یہ بھی ہے جسے بھارتی میڈیا نے بغلیں بجا بجا کر بتایا کہ (مقبوضہ کشمیر) دختران ملت کی مجاہدہ آسیہ اندرابی (جو پاکستان دوستی میں معروف ہیں) کی بہن، بھانجوں اور بھتیجے کو اسلام آباد سے لاپتہ کر دیا گیا'۔ مصر سے حوصلہ اور تربیت پا کر ہمارے ہاں خواتین کو اٹھانے کا سلسلہ بھی چل پڑا ہے۔ آسیہ اندرابی کی بہن (معزز کشمیری ڈاکٹر کی بیوی) اور حاملہ بہو کو تین بچوں سمیت اٹھایا گیا تھا۔ دردِ زہ شروع ہونے پر ہسپتال ڈمپ کر دیا گیا۔ بھارت سے دوستی کے پرچارک نجی چینل پر تبصرہ نگار نے ان لوگوں کو (علی گیلانی اور آسیہ اندرابی کے خاندان کو) 'را' کا ایجنٹ قرار دیا! بھتیجے کو سعودی عرب سے آنے والی بین الاقوامی دہشت گرد، عالمی انٹیلی جنس سے روابط رکھنے والی شخصیت بیان کیا! یہ بھاری بھرکم تعارف دیکھیے اور 'شخصیت' ملاحظہ ہو۔

ایف ایس سی کر کے پاکستان داخلہ لینے کے لیے آنے والا غریب الوطن کم عمر کشمیری نوجوان! یہ بھی سننی چھوڑی کہ جعلی فوجی وردی میں ملبوس ایک شخص یہاں آتا ہے' جبکہ حقیقتاً وہ آسیہ اندرابی کا وہ بھانجا ہے جو فوج میں کمشنڈ آفیسر ہے! قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

مذاکرات کے پسِ پردہ یہ ایک ذہن سازی ہے جو میڈیا پر چل رہی ہے اور آپریشن کی تیاری اس پر مستزاد ہے۔ پاکستان میں اس جنگ میں لقمہ بننے والوں کی تعداد پچاس ہزار تو بار بار دہرائی جاتی ہے۔ فاٹا میں گیارہ سالوں کی لاشوں کی گنتی کسی قطار شمار میں کبھی نہیں آئی۔ بمباریاں، ڈرون حملے، آگ اگلتے توپخانے، چھلنی لاشیں، اجتماعی قبریں۔ کوئی Body Count نہیں ہے۔ کیڑے مکوڑے بھنگے ہیں؟ چوبیس گھنٹے ڈرون گدھ بنے منڈلاتے ہیں۔ تمام علاقے دربدری اور بمباریوں کی بھینٹ چڑھ چکے۔ خودکش جیکٹ کیسے بنتی ہے؟ اس کی تیاری میں وہاں معصوم بچوں اور عورتوں کے جسموں کے چیتھڑے، ٹوٹی چوڑیاں، تباہ کردہ کاروبار کی کرچیاں، غموں، آہوں، دکھوں کا بارود جو ہمارے جہازوں توپخانوں سے برستا ہے استعمال کیا جاتا ہے تب ایک خودکش جیکٹ تیار ہوتی ہے۔

فیصلہ قوم کو کرنا ہے۔ مذاکرات کو مذاق بنایا تو پھر امریکی ڈالر بھی شاید ہمارے دکھوں کا مداوا نہ کرسکیں۔ پاکستان کی بقا، آزادی اور سلامتی داؤ پر لگی ہے۔ امریکہ کے دشمنوں سے نمٹنا ہمارے ذمے نہیں۔ اسے اپنی جنگ خود لڑنے دیں!

کیا خوب ہے کہ ہے معتوب وہی، مغضوب وہی مطلوب وہی
تاریخِ بشر کو جس جس نے خوں دے کے گل و گلزار کیا

☆☆☆

فوری ضرورت ہے

ہمیں شیخوپورہ روڈ پر واقع اپنی ٹرانسفارمر فیکٹری کے لیے ہونہار اور قابلِ اعتماد، فریش (DAE(Electrical کی ضرورت ہے۔ معقول معاوضہ، رہائش اور دیگر مراعات دی جائیں گی۔ برائے رابطہ: 0333-4482381

حج بیت اللہ اور اس کی حکمتیں

فرید اللہ مروت

حج کے معنی لغت میں قصد اور ارادے کے ہیں جبکہ اصطلاحاً احرام باندھ کر عرفات میں حاضر ہونے کے ہیں۔ فرضیت حج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت 97 میں فرماتا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

''اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے انکار کیا تو اللہ جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے۔''

اس آیت میں فرضیت حج کے ساتھ ساتھ ترک حج کے لیے ایسی شدید تعبیر اختیار کی گئی جس نے اسلامی زندگی کے لیے حج کو بہت ضروری قرار دیا۔ یعنی ترک حج کے لیے وَ مَنْ لَّمْ يَحُجَّ یعنی جو کوئی حج نہ کرے یہ تعبیر اختیار نہیں کی گئی بلکہ اس کی بجائے یوں فرمایا: وَ مَنْ كَفَرَ یعنی جو کفر اختیار کرے۔ جسے یہ بتانا مقصود ہے کہ استطاعت کے باوجود ترک حج کافرانہ فعل ہے' مومنانہ نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حج اور ایمان میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔

اسلام کے اس بنیادی رکن کے بارے میں حضور ﷺ کے جو ارشادات آئے ہیں، اُن سے اِس کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے حج کیا اور نہ اس میں جماع کیا نہ فسق کیا، وہ ایسا ہوکر آیا گویا اس کی ماں نے ابھی اس کو جنا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ دوسرے عمرہ کے درمیانی وقفہ کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور حج مبرور (جس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہوا ہو) کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو مسلمان مرجائے اور بلا عذر حج ترک کر دے تو وہ یہودی اور نصرانی کی موت مرتا ہے۔'' (مسند احمد)

روح المعانی میں صحیح سند کے ساتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے کہ ''میرا یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کے شہروں میں اپنے عامل اور کارندے بھیج دوں، تاکہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو ان پر جزیہ لگائے کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔''

ذیل میں ہم اسلام کے اس عظیم رکن حج کا فلسفہ اور اس کے اسرار و حکم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

محبت الٰہی کا اظہار

انسان کائنات عالم کی ایک شریف ترین ہستی ہے اور اس کی فطرت میں مخصوص محبت داخل ہے، جس کے لئے عنوان ''محبت لطیفہ'' قائم کیا گیا ہے۔ محبت اگر مادیات سے ہو تو وہ محبت کثیفہ ہے۔ اس میں حیوان اور انسان مشترک ہیں مثلاً حیوان کو کھانے پینے اور اولاد سے محبت ہے۔ ان چیزوں سے انسان بھی محبت کرتا ہے۔ اسی کا نام محبت کثیفہ ہے۔ محبت کی دوسری قسم محبت لطیفہ ہے جو صرف انسانی خصوصیت ہے۔ روح انسانی کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ لطیف اور نامحسوس اشیاء سے محبت کرتا ہے مثلاً انسان کو اپنی روح' علم وغیرہ سے محبت ہے جو لطیف اور نامحسوس ہیں۔

محبتِ لطیفہ کی اعلیٰ قسم اللہ تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ محبوب سب سے اعلیٰ ہے۔ انسان نے تاریخ کے ہر دور میں اللہ تعالیٰ سے محبت کی ہے۔ اسی محبت کے فطری جذبے کے لیے عبادت گاہیں تعمیر کی ہیں۔ اس میں اہل اسلام نے محبت الٰہی کے صحیح مقام کو پایا اور باقی اقوام نے اصل مقام سے بھٹک کر محبت الٰہی کا غلط تصور اختیار کیا۔ حج کے تمام اعمال و مناسک اللہ وحدہٗ لا شریک سے اظہار محبت کے لیے ہیں۔ یہ ساری تکالیف محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کے لیے ہوں، نہ کہ خانہ کعبہ کے لیے کیونکہ خانہ کعبہ خود مخلوق ہے نہ کہ خالق اور معبود۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو جو کعبہ کا مقدس ترین حصہ ہے مخاطب کر کے مجمع عام میں فرمایا: ''بخدا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر حضور ﷺ تجھ کو بوسہ نہ دیتے تو میں تجھ کو ہرگز بوسہ نہ دیتا۔'' یعنی میرا عمل حضور ﷺ کے عمل کی

پیروی ہے اور حضور ﷺ کا عمل اس لیے نہ تھا کہ خود حجرِ اسود محبوب ہے بلکہ محبوب حقیقی کی محبت کی علامت ہے۔ یہی راز ہے کہ حج کے تمام اعمال میں جو مسلسل عمل ہے وہ تلبیہ ہے یعنی لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ط لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ ”حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں‘ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، سب تعریف اور احسان تیرا ہی ہے اور سلطنت بھی تیری ہے‘ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

یہی وہ الفاظ ہیں جو ایک حاجی بار بار دہراتا ہے اور ان میں اللہ کی کبریائی کا اعلان ہے۔ تمام حاجی تلبیہ کہہ کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ساری نعمت‘ طاعت‘ حمد واختیار صرف ذات رب العالمین کے لیے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ حج کے تمام اذکار میں الٰہی عظمت وتوحید کا یہ ورد وتکرار جاری رہتا ہے اور ان مخصوص الفاظ میں ایک لفظ بھی خانہ کعبہ یا حجر اسود یا حج سے متعلقہ مقامات کی مدح وتعریف کے لیے موجود نہیں کہ جس سے غیر اللہ کی پرستش کا ادنیٰ سا شائبہ بھی پیدا ہو۔

مرکزیت

ملت اسلامیہ کی حیات دینی و دنیوی کے لیے افرادِ ملت کے ارتباط باہمی اور نظم واتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ عقائد وافکار واعمال کا معنوی ربط اس وقت تک منضبط نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس نامحسوس ربط ویگانگت کو محسوس قالب میں نہ ڈھالا جائے، اور ان سب کو ایک جیسے اعمال وحرکات وطرز لباس کے ساتھ ساتھ ایک مرکزیت محسوسہ محبوبہ کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے۔ تنظیم ملت ایک مرکز محسوس کا تقاضا کرتی ہے کہ افرادِ ملت کے لیے اس کے ساتھ خصوصی عقیدت اور شیفتگی ہو۔ اور اس کے ساتھ وابستگی کا ایک سالانہ بین الاقوامی مظاہرہ ہو، تاکہ مرکز سے انضباط کا جذبہ کمزور نہ ہونے پائے اور مرکزی حکومت کا جوش قلوب واذہان میں تازہ اور زندہ رہے۔ اس عظیم مقصد کے لیے فریضۂ حج کے سالانہ اجتماع کی شکل میں انتظام کیا گیا، تاکہ مرکزیتِ ملی کی عظمت وعقیدت تازہ رہے۔

مساوات

اسلام کا ایک مضبوط ترین اصول مساوات اسلامی ہے کہ کسی دین میں اس کی نظیر نہیں۔ مساوات اور وحدت ملی کی کشش ہی سے مسلمان ایک دوسرے سے مربوط ہو سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر ملت کے امراء کو غرباء اور غرباء کو امراء سے نفرت ہو تو انضباط ملت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اسلام نے نماز باجماعت‘ روزہ رمضان‘ نماز عیدین‘ زکوٰۃ میں مساوات اسلامی کے پہلوؤں کو مختلف شکلوں میں پیش نظر رکھا۔ لیکن فریضۂ حج میں مساوات اسلامی کو ایک مکمل شکل دے دی گئی ہے، تاکہ اس عمل سے ایک ایک فرد ملت کے قلب ودماغ پر اسلامی برادری کی مساوات کا تصور پوری طرح جم جائے۔ ہر حاجی چاہے شاہ ہو یا گدا‘ امیر ہو یا غریب ایک جیسے لباس احرام میں ملبوس ہو، اور سب کے سب جملہ تعیشاتِ زندگی سے منہ موڑ ہو کر سادہ لباس میں ایک ہی جگہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں، تاکہ ایک خاص وقت اس مساویانہ طرز زندگی سے مساوات اسلامی کا نقش دل پر جم جائے اور امیر و غریب کے مصنوعی تفاوت کا حجاب اسلامی برادری کی راہ اتحاد میں حائل نہ ہونے پائے۔

سفر آخرت کا نقشہ

انسان کے قلب و دماغ پر جس قدر آخرت کا تصور غالب ہو اسی قدر وہ نیکوکار‘ پاکیزہ اطوار اور خداترس ہوتا ہے۔ اور جس قدر تصور آخرت سے غافل ہو‘ اسی قدر وہ فسق وفجور‘ ظلم وستم‘ فتنہ وفساد‘ سیاکاریوں اور بدکاریوں میں ملوث ہوتا ہے۔ اس لیے فکر وعمل کی پاکیزگی کے لیے آخرت اور یوم الحساب کا نقشہ ذہن میں جمانا ضروری ہوجاتا ہے، تاکہ اصلاح عمل ودرستی کردار کا سامان ہو۔ اعمال حج میں سفر آخرت کی پوری تصویر ہے۔ سفر آخرت موت سے شروع ہوتا ہے جس میں آدمی وطن‘ اولاد اور عزیز واقارب سے جدا ہوتا ہے۔ حاجی جب گھر سے نکلتا ہے اور اولاد‘ وطن اور احباب کو چھوڑتا ہے تو یہ موت کا نمونہ ہے۔ لباس احرام یعنی دو سفید چادریں جن میں ملبوس ہو کر اعمال حج ادا کیے جاتے ہیں‘ یہ نمونہ کفن ہے جس کو ہر وقت حاجی دیکھ کر کفن کی یاد تازہ کر سکتا ہے۔ حاجی کی سواری جس پر حاجی سفر کرتا ہے اس کو اپنا مال و انجام یاد دلاتی ہے کہ کسی دن دوسرے کندھوں پر اسی طرح تمہارا جنازہ سوار ہو کر اسی طرح عازم سفر آخرت ہوگا۔ عرفات اور مزدلفہ کے میدان میں حاجیوں کا اجتماع میدانِ حشر کے اجتماع کی یاد دلاتا ہے۔ اسی طرح قدم قدم پر حاجی کے لیے سفر آخرت کا کوئی نہ کوئی نمونہ موجود ہے، جسے دیکھ کر دماغ کو فکرِ آخرت سے معمور کیا جاتا ہے اور یہی فکرِ آخرت تمام نیک اعمال کی کنجی ہے۔

ماحول کی تبدیلی

انسان اپنے ماحول کی پیداوار ہے۔ جس طرح کا ماحول ہوتا ہے وہ اسی طرح پرورش پاتا ہے۔ انسان میں نقالی کا جذبہ موجود ہے۔ وہ اپنی زندگی کے طور طریقے اور فعل وعمل کا ہر گوشہ اپنے ماحول کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ اپنے گردوپیش کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ بناتا ہے۔ اگر ایک انسان کو اصلاح زندگی کے لیے فاسد اور بگڑے ماحول سے اُٹھا کر نیک اور صالح ماحول میں ڈال دیا جائے تو صالح ماحول کے اثرات اس کی لوح حیات پر کندہ ہو کر اس کی زندگی کو بدل دیتے ہیں۔ حج کا ماحول بھی ایسا پاکیزہ ماحول ہوتا ہے جو انسانی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حج کو تبدیلیٔ ماحول کی وجہ سے اصلاحِ معاشرہ میں بڑا دخل ہے۔

جذبۂ سیاحت کی اصلاح

انسان کی فطرت میں سیاحت کا جذبہ موجود ہے۔ اسلام نے بھی اس فطری جذبے کو روکا نہیں بلکہ اُبھارنے کی ترغیب دی ہے۔ قرآن نے ﴿فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ (التوبہ:2) ”تو زمین میں چل پھر لو۔“ کا اعلان فرما کر اس جذبہ کی حوصلہ افزائی کی۔ سیاحت کے ذریعے مختلف ممالک کی سیر کر کے وہاں کے نیک آثار و اطوار اپنی ذات اور اپنی ملک کے افراد میں منتقل کیے جاسکتے ہیں۔ اسلام نے اس فطری جذبۂ سیاحت کو حج کی صورت میں متشکل کیا، تاکہ حاجی مقبول اور برگزیدہ انسانوں کی جماعت میں شامل ہو کر مقبولانِ بارگاہ الٰہی کے ان آثار قدیمہ کے مشاہدے سے بہرہ اندوز ہوں جن کی وجہ سے ان کے فکر وعمل کو صلاح وتقویٰ کی طرف موڑا جاسکے، اور ان کے نمونۂ زندگی سے ملک میں صالح معاشرہ کی تشکیل ہوسکے۔

جذبۂ جہاد کی نشوونما

دنیا کارزارِ عمل اور میدانِ کشمکش حیات ہے۔ جو قوم اس دنیا میں زیادہ جذبۂ جہاد رکھتی ہو اور زیادہ سے زیادہ سامانِ حرب سے آراستہ ہو وہی سربلند‘ کامیاب اور باعزت قوم ہوگی۔ اور اگر اس جذبۂ سے محروم ہو تو محکوم بن کر غیر اقوام کے منشاء کی تکمیل کے لیے آلۂ کار بن کر زندگی گزارتی رہے گی، اور شرف انسانی کی بلندی کی بجائے قعر غلامی میں گرے گی۔ جہاد کے لیے جہاں ظاہری سامان کی ضرورت ہے، وہاں باطنی‘ روحانی اور اخلاقی ساز وسامان کی بھی ضرورت ہے۔ اگر روح طاقتور ہو تو کم سامان سے بھی فتح حاصل کی جاسکتی ہے۔

الغرض حج بیت اللہ میں ایمان اور روحانی قوت کی نشوونما اور بالیدگی کا پورا سامان موجود ہے، بشرطیکہ حاجی ان تصورات کے تحت اعمال حج کو انجام دے۔

آل پارٹیز کانفرنس......توقعات وخدشات

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مہمانانِ گرامی: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (ڈپٹی سیکرٹری جنرل، جماعت اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

سوال : گزشتہ 5 سال میں پیپلز پارٹی کی حکومت کی طرف سے بلائی جانے والی آل پارٹیز کانفرنسوں اور پارلیمنٹ کی قراردادوں کا حشر پوری قوم کے سامنے ہے۔ اس پس منظر میں دہشت گردی کے تدارک کے لیے بلائی جانے والی آل پارٹیز کانفرنس کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں

فرید احمد پراچہ : حقیقت یہی ہے کہ ماضی کے تجربات بڑے تلخ رہے ہیں۔ سابقہ دورِ حکومت میں پارلیمنٹ میں دو اہم قراردادیں متفقہ طور پر منظور ہوئیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اگر کسی قرارداد کو پارلیمنٹ میں موجود تمام جماعتیں متفقہ طور پر منظور کرلیں تو حکومت کے لیے اس پر عمل درآمد کرانا لازم ہو جاتا ہے، یہ ایک پارلیمانی روایت ہے۔ اس کے علاوہ ایک پیپلز پارٹی اور ایک اور دوسری سیاسی جماعتوں نے آل پارٹیز کانفرنسیں بھی منعقد کیں، لیکن معاملات جوں کے توں رہے اور ان کے فیصلوں پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ نہ ڈرون حملے بند ہوئے، نہ فوجی آپریشن روکے گئے۔ حالیہ اے پی سی کا معاملہ اس اعتبار سے مختلف نظر آتا ہے کہ پہلی بار حکومت نے مذاکرات کا آپشن اختیار کرنے کی بات کی ہے۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس پر بھی عمل درآمد ہو گا یا نہیں۔ اس سے پہلے طالبان سے مذاکرات ہوئے ہیں لیکن ان کا معاملہ افراد کے ذریعے سے تھا۔ اب حکومت نے مذاکرات کے حوالے سے اپنی Will کا اظہار کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ پہلی بار ملٹری اسٹیبلشمنٹ، خفیہ ایجنسیاں اور حکومت اس معاملے میں بظاہر ایک ہی Page پر نظر آتے ہیں۔ اس کانفرنس کے حوالے سے ایک پیش رفت یہ بھی ہے کہ اس میں ساری جماعتیں شریک ہوئیں اور وہاں کچھ ایسی باتیں بھی ہوئیں جو ماضی میں نہیں کی جاتی تھیں۔ مثلاً یہ کہ حکومت نے ڈرون حملوں کے معاملے کو سلامتی کونسل میں لے جانے کا عزم دکھایا۔ سلامتی کونسل سے رجوع کرتے ہیں کہ نہیں یا وہاں جانا کتنا مفید ہوگا، اس بحث سے قطع نظر یہ ارادہ بھی ایک قدم آگے بڑھنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بارے میں بھی کچھ ایسی چیزیں شامل کی گئیں، جن کے الفاظ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ پاکستان اس صورتِ حال سے نکلنا چاہتا ہے۔ مایوسی کی فضا میں اس اے پی سی سے امید کی کرن پھوٹتی دکھائی دیتی ہے۔

سوال : ڈرون حملوں کے حوالے سے آل پارٹیز کانفرنس میں یہ طے کیا گیا کہ یہ معاملہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے جایا جائے گا مگر مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ کو ویٹو پاور حاصل ہے۔ اس پس منظر میں ڈرون حملوں کا معاملہ اقوام متحدہ میں لے جانا کیا عوام کو بے وقوف بنانے والی بات نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا : قانونی اور ظاہری طور پر تو یہ بات درست نہیں کہ امریکا اپنے خلاف کوئی معاملہ سلامتی کونسل میں منظور ہونے نہیں دے سکتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اقوام متحدہ کے دفاتر اور عمارات امریکہ کے شہر نیویارک میں واقع ہیں، امریکا کو ویٹو پاور حاصل ہے لیکن قانونی طور پر دوسرے ممالک کی طرح وہ بھی عالمی برادری کے اس پلیٹ فارم کے فیصلے ماننے کا پابند ہے۔ البتہ ماضی میں یہی ہوتا رہا ہے کہ امریکا ایسی صورتِ حال میں صاف بچ نکلتا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے قیام سے اب تک امریکا کا رویہ ایسا رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ اس کے گھر کی لونڈی ہے، وہاں جب بھی امریکا کے مفادات کے خلاف کوئی بات آئی ہے اس نے ویٹو کا حق استعمال کر کے اس معاملے کی مخالفت کی ہے۔ عراق اور افغانستان پر حملے کے وقت بھی امریکا نے کسی دلیل اور اُصول کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اگرچہ افغانستان کی جنگ کے حوالے سے امریکا نے سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ سے اجازت لے کر حملہ کیا تھا، تاہم عراق پر حملے کی جنرل اسمبلی نے اجازت دی نہ سلامتی کونسل ہی نے اس کی حمایت کی مگر اس کے باوجود امریکہ نے حملہ کر دیا۔ اب شام کے معاملے میں امریکا نے صاف ہی کہہ دیا کہ ہم نہ اقوام متحدہ سے پوچھیں گے نہ سلامتی کونسل سے اجازت لیں گے، حتیٰ کہ اپنی کانگریس کو بھی بائی پاس کرنے کا کہا گیا۔ اس تناظر میں یہ کہنا کہ ڈرون حملوں کا معاملہ سلامتی کونسل میں لے جانے سے کوئی فائدہ ہونے کی اُمید ہے بعید از قیاس ہے۔ امریکا نے عراق اور شام کے معاملے میں جو رویہ دکھایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب اُسے سلامتی کونسل کی بھی پروا نہیں ہے۔ میری نظر میں حکومت کا یہ عزم ایک جرأت مندانہ قول ضرور ہے لیکن اس پر عمل درآمد کا کوئی امکان نہیں۔ حکومت اسے سلامتی کونسل میں لے جاتی نظر نہیں آتی۔ امریکا دراصل ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے اُصول پر کارفرما ہے۔ جب تک امریکا اس معاملے میں یہ نہیں سمجھے گا کہ اس کا اپنا مفاد ڈرون حملے بند کرنے میں ہے وہ اس وقت تک کسی صورت میں ڈرون حملے بند نہیں کرے گا۔ جہاں تک طالبان سے مذاکرات کا تعلق ہے، اب تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بھی مذکرات ہونے لگتے ہیں تو آغاز ہی میں کوئی ڈرون حملہ ہو جاتا ہے اور مذاکرات رُک جاتے ہیں۔ طالبان کمانڈر نیک محمد کے ساتھ مذاکرات میں یہی ہوا کہ گورنر ان کا استقبال کر رہے ہیں اور دوسری صبح ڈرون حملے میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ جب تک اس حوالے سے امریکا کے مفادات وابستہ نہیں ہوں گے وہ مذاکرات ہونے دے گا نہ ڈرون حملے روکے گا اور نہ پاکستان کے کسی مطالبے کو خاطر میں لائے گا۔ اس لیے کہ ضعیف اور کمزور کبھی طاقتور سے اپنی بات نہیں منوا سکتا۔

فرید احمد پراچہ : ڈرون حملوں کے حوالے سے ایک یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنا ضروری ہے کہ یہ حملے پاکستان کے اندر سے ہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس کی کمانڈ امریکا کے ہاتھ میں ہے لیکن یہ پاکستان کے اڈوں ہی سے اُڑتے ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے اگر پاکستان کو سخت موقف اختیار کرنا ہے تو اس کے لیے دباؤ کا راستہ پاکستان کے اپنے پاس موجود ہے۔ سلامتی کونسل تو عالمی سطح پر اپنی تکلیف اور مسائل کے اظہار کا فورم ہے۔ جب آپ سلامتی کونسل میں جاتے ہیں تو آپ عالمی ضمیر کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ آپ اعداد وشمار میں یہ بتاتے ہیں کہ ان حملوں میں اتنے بے گناہ لوگ مارے گئے ہیں۔ اس سارے معاملے میں آپ اخلاقی پہلو بیان

کریں گے کہ اس جنگ میں ہم آپ کے پارٹنر ہیں اور آپ ہمیں اہمیت ہی نہیں دے رہے۔ لیکن ہمیں اس سے اگلے Steps بھی ساتھ ساتھ لینے چاہئیں کہ اگر وہاں ہماری شنوائی نہیں ہوتی تو پھر ہم کیا کریں گے۔ اگر ہم جنگ کے ڈر سے خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں تو جنگ ہمارے سر پر پہلے ہی مسلط ہے۔ لہٰذا جنگ کے خوف سے بے گناہ لوگوں کے قتل عام پر خاموش رہنا انتہائی بزدلی ہے۔ کم از کم حکومت کی سطح پر ایک روڈ میپ تو بنانا چاہیے کہ اگر یہاں کامیابی نہ ہوئی تو اس کے بعد حکمتِ عملی کیا ہوگی؟ اگر ماضی کی طرح ہم نے پیاز بھی کھانے ہیں اور جوتے بھی تو یہ ملک وملت کے مستقبل کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے جو پہلے ہی داؤ پر لگا ہوا ہے۔ اب اس میں مزید انتظار یا کوتاہی کی گنجائش موجود نہیں۔

ایوب بیگ مرزا : میرے خیال میں جب سے ہم نے امریکا سے اپنا ایک ائیر بیس واپس لیا ہے اور سلالہ کا واقعہ ہوا ہے۔ اب یہ حملے پاکستان سے نہیں ہوتے بلکہ سمندر میں امریکی بیڑے سے ہوتے ہیں۔

سوال : نواز شریف نے قوم سے خطاب میں کہا تھا کہ تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کو ترجیح حاصل ہوگی اور صرف ناکامی کی صورت میں ریاستی قوت استعمال کی جائے گی، جبکہ آل پارٹیز کانفرنس میں صرف مذاکرات کی بات ہوئی، ناکامی کی صورت میں طاقت کے استعمال کی بات نہیں ہوئی۔ کیا تحریک طالبان پاکستان کے لیے یہ ایک حوصلہ افزا پیغام نہیں ہے؟

فرید احمد پراچہ : یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ آپریشن پہلے سے جاری ہے لہٰذا یہ کہنا کہ مذاکرات کی ناکامی کی صورت میں فوجی کارروائی کی جائے گی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے مترادف ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کے خلاف آپریشن میں کون سا آپشن ہے جو استعمال نہیں ہوا۔ جنگی طیاروں، گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے بمباری ہوئی ہے۔ آپریشن تو پہلے ہی ہو رہا ہے۔ اب تو آپریشن سے مذاکرات کی طرف آنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ نے مذاکرات کے بعد اس نتیجے پر پہنچنا ہے کہ آپریشن جاری رکھا جائے تو اس کا مذاکرات سے قبل اعلان اعتماد کی فضا کو کمزور کرے گا۔ آپریشن تو آپ پہلے ہی کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کو ناکامی ہوئی ہے تبھی تو آپ مذاکرات کی طرف آ رہے ہیں۔ شمالی وجنوبی وزیرستان، اورکزئی اور وادی تیراہ کے چند علاقوں میں حکومت کو جزوی کامیابیاں ملی ہیں، وگرنہ یہ جنگ جیتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ فوجیں دشمن سے لڑنے کے لیے ہوتی ہیں اپنوں کو زیر کرنے کے لیے نہیں۔ اپنوں سے لڑنے کا مرحلہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسی جنگوں کا نتیجہ خدانخواستہ ملک ٹوٹنے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہم یہ انجام دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت پاکستان کو بیرونی دشمنوں سے سخت خطرہ ہے، ان حالات میں اندر بھی اپنے دشمنوں کی تعداد بڑھاتے چلے جانا عقل مندی نہیں۔ یہ طالبان وہ لوگ ہیں جن کی طرف سے ماضی میں یہ بیان آیا تھا کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ہم پاکستان کے ساتھ کھڑے ہو کر بھارت سے لڑیں گے۔ یہ سٹیٹ کے دشمن نہیں ہیں۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ پاکستان جس جنگ میں پارٹنر بن گیا ہے، اس سے باہر نکلے۔ لہٰذا ان کا اگر کوئی جائز مطالبہ ہے تو ہمیں ان کی بات سننی چاہیے۔ ہمیں پرائی جنگ کی خاطر اپنوں کو بھی دشمن نہیں بنا لینا چاہیے۔ اگر ماضی میں حکومتوں سے یہ غلطی ہوتی رہی ہے تو اب بھی وقت ہے، اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مذاکرات کا نام لیتے ہی یا مذاکرات شروع ہوتے ہی ایک دم سب کچھ درست نہیں ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس طرف ہم قدم بڑھائیں گے تو آگے سے آگے بہتری پیدا ہوتی جائے گی۔

ایوب بیگ مرزا : مذاکرات کے معاملے میں واقعتاً بڑے دھیمے پن کی ضرورت ہے۔ وگرنہ جلد بازی سے معاملات بہتر ہونے کی بجائے بگڑ بھی سکتے ہیں۔ جہاں تک آپریشن کا تعلق ہے اگر پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو کوئی ایک آپریشن بھی کامیاب نہیں ہوا۔ حیرانی کی بات ہے کہ ہمارے وہ طبقات جو امریکی حمایت کا دم بھرتے ہیں وہ سوات آپریشن کو بڑا کامیاب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آج تک سوات کے معاملات سول قیادت اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکی۔ آپریشن کو کامیاب تو اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب فوج ریاست مخالفت قوتوں کو ختم کر کے وہاں کا انتظام سیاسی قیادت کے حوالے کر دے اور وہاں امن قائم ہو جائے۔

سوال : عمران خان نے آل پارٹیز کانفرنس کے لیے چار نکاتی ایجنڈا پیش کیا تھا، اس میں اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ امریکی جنگ سے نکلا جائے۔ انہوں نے اے پی سی کے بعد کہا ہے کہ امریکی جنگ سے نکلنے کا آغاز ہو گیا ہے۔ کیا آپ کو اے پی سی کے اعلامیے میں ایسی کوئی بات محسوس ہوئی ہے؟

ایوب بیگ مرزا : کل جماعتی کانفرنس کا جو اعلامیہ سامنے آیا ہے، اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ ہم کہہ سکیں کہ ہم امریکی جنگ سے الگ ہو رہے ہیں۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس APC میں طالبان کے حوالے سے بہت نرم رویہ اختیار کیا گیا ہے جو یقینی طور پر قابل ستائش ہے اور درست سمت میں ایک قدم ہے۔ طالبان کی طرف سے بھی حکومتی رویے کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ جہاں تک امریکی جنگ سے نکلنے کا تعلق ہے عمران خان نے نہ جانے کس حوالے سے کہہ دیا کہ یہ اے پی سی اس کا آغاز ہے۔ یہ جنگ نائن الیون کے بعد شروع ہوئی اور اسے بغیر کسی ثبوت اُسامہ بن لادن کی کارروائی قرار دے کر افغانستان پر حملہ کر دیا گیا۔ اس وقت ہمارے فوجی صدر پرویز مشرف نے سوچا کہ اگر ہم اس جنگ میں پارٹنر بن جائیں تو میرا اقتدار طوالت اختیار کر سکے گا اور اقتدار پر میرے قبضہ کو دنیا تسلیم کر لے گی۔ اس وجہ سے ایک فوجی جرنیل افغانستان کی جنگ کو اپنے آنگن میں گھسیٹ لایا۔ اب تو یہ باتیں بھی سامنے آ رہی ہیں کہ امریکہ کی طرف سے کوئی دھمکی آمیز فون نہیں آیا تھا۔ گویا پرویز مشرف نے خود اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ اس جنگ میں شرکت کا فیصلہ خواہ ہم نے خود کیا یا انہوں نے دھمکی دی، لیکن اس جنگ سے نکلنا اب ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم دہشت گردی سے متاثر ضرور ہیں لیکن یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس دہشت گردی کے عوامل کیا ہیں، یہ پیدا کیوں ہوئی؟ ہم نے ان قبائلی علاقوں میں فوج بھیجی جہاں قائداعظم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم وہاں کبھی فوج نہیں بھیجیں گے۔ ہم نے وہاں فوج کشی کی، بمباری کی، امریکہ کو ڈرون حملے کرنے کی اجازت دی۔ جب آپ کسی کو نیست ونابود کرنے پر تُل جاتے ہیں تو پھر آپ کیسے توقع کرتے ہیں کہ وہ آپ پر پھول برسائے گا۔ جب کسی گھر کے سولہ افراد میں سے چودہ افراد کسی ڈرون حملے یا بمباری کے نتیجے میں ہلاک ہو جائیں گے تو بچنے والے دو افراد دہشت گرد ہی بنیں گے۔ اگرچہ ان کے اس طرزِ عمل کی حمایت نہیں کی جا سکتی لیکن ان کے اندر انتقامی جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ جب تک ہم خود کو اس جنگ سے الگ کر کے ان کا اعتماد بحال نہیں کرینگے، دہشت گردی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر بقول عمران خان امریکی جنگ سے باہر نکلنے کا آغاز ہو گیا ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ امریکی جنگ سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر کے اس کو منطقی انجام تک پہنچایا جائے گا۔ اگر حکومت نے اپنے اس عزم کو میڈیا پر نشر نہیں کیا اور اندرونی طور پر کوئی حکمت عملی اختیار کر لی ہے تو یہ اقدام واقعتاً پاکستان کے لیے نعمت ثابت ہوگا۔

سوال : آل پارٹیز کانفرنس میں بلوچستان کے معاملات وزیراعلیٰ بلوچستان کے سپرد کیے گئے جبکہ کراچی میں دہشت گردی کا معاملہ وزیراعلیٰ سندھ کے سپرد کیا گیا ہے اور حالت یہ ہے کہ بلوچستان کے وزیراعلیٰ اب تک کابینہ بنانے میں ناکام ہیں اور سندھ کا وزیراعلیٰ گزشتہ پانچ سال میں کچھ نہیں کر سکا تو اب کیا کرے گا؟

فرید احمد پراچہ : ملک میں امن و امان کے قیام کے حوالے سے بڑے بڑے مسائل میں جہاں وزیرستان کا مسئلہ ہے، طالبان سے مذاکرات کا معاملہ ہے وہاں کراچی اور بلوچستان میں امن کا قیام بھی دیرینہ مسئلہ ہے۔ کراچی کے مسئلے کی عمر تو بیس بائیس سال ہے۔ کراچی میں جب سے ایک گروہ اقتدار میں آیا ہے اس وقت سے وہاں بدامنی ہے۔ ملک بھر میں دہشت گردی کے مختلف واقعات میں اب تک چالیس ہزار افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ جن میں سے تقریباً پچیس ہزار افراد صرف کراچی میں ایک ہی قسم کی دہشت گردی کا شکار ہو کر اپنی جانیں گنوا بیٹھے ہیں۔ کراچی کے بارے میں ایک APC ماضی میں وہاں کی گئی جو اگرچہ اس لیول کی نہیں تھی لیکن سوالات یہی تھے کہ گورنر، وزیراعلیٰ، آئی جی، چیف سیکرٹری اور تھانوں کا نظام وہی ہے تو امن کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ بہرحال کراچی کا معاملہ اپنی جگہ اہم ہے۔ وہاں 19 ہزار کنٹینرز کی گمشدگی کا معاملہ ہے، وہاں بھتہ خوری ہے، ٹارگٹ کلنگ ہے۔ جب تک پولیس تھانوں کے انچارج اور نظام وہی رہتا ہے، دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کامیاب نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ سب کچھ اسی انتظامیہ کی موجودگی میں ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح بلوچستان کا معاملہ ہے۔ وہاں ایسی قوتیں ہیں جو ملک ہی کو نہیں مانتیں۔ طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے ایک طبقہ یہ اعتراض کرتا رہا ہے کہ جو لوگ آئین کو نہیں مانتے ان سے مذاکرات کیسے کیے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہماری اپنی فوج بھی بعض اوقات آئین کو Violate کر جاتی ہے، یہ الگ بحث ہے۔ تاہم بلوچستان کا معاملہ اس لیے پیچیدہ ہے کہ وہاں بلوچ لبریشن آرمی جیسی قوتیں پاکستان کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتیں۔ وہ آزاد بلوچستان کی بات کرتی ہیں۔ وہ پاکستان کا جھنڈا نہیں لہرانے دیتے، قومی ترانہ نہیں پڑھنے دیتے۔ ان سے بھی مذاکرات کی باتیں ہو رہی ہیں، جس کی ہم بھی تائید کرتے ہیں کہ مذاکرات ہونے چاہئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اس معاملے کو حل کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں۔ وفاقی حکومت کو سارے معاملات بلوچستان کے وزیراعلیٰ پر نہیں چھوڑ دینے چاہئیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان کی نیک نامی اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن یہ معاملہ اتنا گھمبیر ہے کہ اکیلے ان کے بس کی بات نہیں۔ وہاں دشمن بین الاقوامی ایجنسیاں بھی اپنے اپنے ایجنٹوں پر کام کر رہی ہیں۔ لہٰذا اس معاملے میں بھی اسی لیول کی اے پی سی کی ضرورت ہے جیسی کہ ابھی دیگر معاملات پر ہوئی ہے تاکہ ایک متفقہ روڈ میپ بنایا جا سکے اور پھر اس پر پوری طرح عمل درآمد کیا جائے۔ جیسا کہ اب تاثر دیا جا رہا ہے کہ اسٹیبلشمنٹ اور سیاسی قیادت ایک Page پر ہیں، اسی طرح بلوچستان کے معاملے میں بھی ایسے ہی عزمِ مصمم کی ضرورت ہے۔

سوال : چند روز قبل تک یہ خبر تھی کہ فوج تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات پر آمادہ نہیں ہے، لیکن کل جماعتی کانفرنس کے بعد بتایا گیا ہے کہ فوج اور سیاسی قوتیں ایک موقف پر ہیں۔ یہ حقیقت ہے یا محض لفاظی؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں حقیقت ہے یا نہیں لیکن یہ بہت ضروری ہے۔ جس ملک میں حکمران سیاسی قوت اور فوج میں ہم آہنگی نہیں ہو گی اس کی سلامتی خطرات سے دوچار رہے گی۔ یہ بات درست ہے کہ کچھ عرصے سے یہ خبریں سامنے آ رہی تھیں کہ فوج تحریک طالبان سے مذاکرات میں حائل ہے۔ اب جو اے پی سی ہوئی ہے اس میں لگتا ہے کہ دونوں باہم شیر و شکر ہیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ دراصل اس کا بہت حد تک امکان ہے کہ فوج کے رویے میں یہ تبدیلی آئی ہو۔ اس کی وجہ عالمی حالات ہیں۔ مصر اور شام میں جو حالات بنے ہیں اور امریکا جس طرح مسلمانوں پر جھپٹ رہا ہے، پھر بھارت کا لائن آف کنٹرول پر جو طرزِ عمل ہے، ان سب کو دیکھتے ہوئے اگر فوج نے اپنا موقف تبدیل کیا ہے تو واقعتاً انہوں نے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ حکومت سے اختلاف نہ رکھے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت نے بھی بعض معاملات میں لچک ظاہر کی ہو۔ الیکشن کے بعد آغاز ہی میں یہ خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں کہ نئی حکومت فوج کے ساتھ زیادہ ہم آہنگی نہیں رکھتی۔ خاص طور پر بھارت کے حوالے سے وزیراعظم نواز شریف فوج کے موقف کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ تاہم ہو سکتا ہے کہ LOC پر بھارتی جارحیت نے ان کی سوچ کو تبدیل کر دیا ہو، اور یوں فوج اور حکومت واقعتاً ایک موقف پر آ گئے ہوں۔

فرید احمد پراچہ : فوج اور حکومت میں اتفاق ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اندر اور باہر ہمارا دشمن ایک ہی ہے۔ ملک میں اندرونی محاذوں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی بھارت کروا رہا ہے، جبکہ سرحد پر بھی پاکستان کو بھارت ہی سے خطرہ ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ فوج اندرونی اور بیرونی محاذوں پر دو الگ الگ دشمنوں سے مقابلہ کر رہی ہے۔ اس اعتبار سے فوج اور حکومت کی ملک کے دشمن سے لڑنے کے لیے ایک ہی حکمت عملی ہونی چاہیے۔ ماضی میں اس اختلاف کی وجہ سے قوم کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں جو لوگ جیل توڑ کر گئے وہ وہاں بے شمار چوکیوں سے گزر کر گئے، ایسے واقعات سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر اب حکومت اور فوج ایک موقف پر ہیں تو یہ بات دیر آید درست آید کے مصداق ہے۔ اس پوزیشن میں خود فوج کی بھی بچت ہے۔ اس پرائی جنگ میں سب سے زیادہ قربانیاں تو ہماری فوج کے جوانوں نے دی ہیں۔ ان میں اہلکار بھی ہیں، آفیسر بھی ہیں۔ اس سارے معاملے کو امن کی طرف لانے کی سب سے زیادہ خواہش فوج میں ہونی چاہیے اور سیاسی قوتوں کو اُس کا ساتھ دینا چاہیے۔

سوال : مختصر طور پر یہ بتایئے کہ دہشت گردی اور ڈرون حملوں کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

فرید احمد پراچہ : سب سے پہلے تو یہ ہے کہ امریکی جنگ سے نکلنے کا واضح طور پر اعلان کر دیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ افغانستان سے امریکی افواج کا انخلاء جزوی ہو یا کلی اس سے لاتعلق نہ رہا جائے، اگرچہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے لیکن اس سے کنارہ کشی بھی اختیار نہ کی جائے۔ تیسری بات یہ کہ ڈرون حملوں کے خاتمہ اور امن کے قیام کے لیے آبرومندانہ اور جرأت مندانہ پالیسی اپنائی جائے۔

ایوب بیگ مرزا : پراچہ صاحب کی تجاویز میں صرف یہ اضافہ کروں گا کہ ہمیں اپنے گریبانوں میں بھی جھانکنا چاہیے کہ کیا ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ ہم نے 1947ء میں ''لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگا کر پاکستان حاصل کیا تھا۔ ہم نے 1949ء میں قراردادِ مقاصد پاس کی۔ 1951ء میں تمام مسالک کے علماء نے بائیس نکات پر مشتمل اسلامی قانون سازی کا روڈ میپ دیا۔ یہ سب کرنے کے باوجود ہم ڈی ریل ہو گئے۔ اگر اس کج روی کو درست کرنے کے لیے اس نظریے کو عملی تعبیر دے دی جائے جس نظریے کی بنیاد پر یہ ملک قائم ہوا تھا تو پاکستان ایک فلاحی اور خوشحال ریاست بن کر ہر قسم سے مسائل سے چھٹکارا پا لے گا۔ [مرتب: فرقان دانش]

☆☆☆

شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرقان دانش

احمد سرہندی کو ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد دوسرے ہزار سالہ دور کا مجدّد کہا جاتا ہے۔آپ 971 ہجری (جون 1564ء) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم والد محترم سے پائی۔ان کے علاوہ آپ نے دیگر علمائے اسلام کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ ایسا ذہن عطا فرمایا تھا کہ جملہ اسلامی علوم سترہ برس کی عمر تک حاصل کر لیے۔ اولاً آپ نے قرآن حکیم حفظ کیا۔پھر فقہ، حدیث وتفسیر و دیگر اسلامی علوم حاصل کیے۔غرض نہایت ہی قلیل مدت میں آپ ایک متبحر عالم دین ہو گئے۔علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ کے والد محترم مولانا شیخ عبدالاحد فاروقی نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اس امانت کے سونپنے کے بعد رحلت فرما گئے۔

دسویں صدی ہجری، اکبر کے زمانے میں اسلام ایک ایسے دور سے دوچار تھا جس میں کفر و زندقہ نقطہ عروج پر تھا۔ایک طرف علمائے اسلام کے ایک دوسرے پر حملے، شدید باہمی رقابتیں، دوسری طرف ہندوستان کی زمام اقتدار اکبر جیسے بے علم و بے دین بادشاہ کے ہاتھ میں تھی، جسے ملک پر حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ ایک نئے مذہب کا بانی بن کر لوگوں کے دل و دماغ پر قبضہ کرنے کی خواہش تھی۔اکبر نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسی چال چلی جسے آج ہمارے زمانے کی زبان میں ڈپلومیسی کہتے ہیں۔وہ ہر مذہب وملت کے شخص کی دل جوئی کرتا اور اس کے مذہب کو برحق سمجھتا، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ نہایت چالاکی سے اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ اب زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات وخیالات اور تقاضوں کے پیش نظر یہ مذہب ختم ہو گیا، اب اس کی ضرورت نہیں۔اکبر چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام مذاہب کو مٹا کر ایک نیا مذہب قائم کیا جائے، جس میں تمام مذاہب کے لوگ اپنا اپنا دین و مذہب ترک کر کے شامل ہوں اور اس کی سلطنت کے استحکام کا باعث بنیں۔

ملاّ مبارک جو اپنے زمانے کا ایک متبحر عالم تھا، دین کو چھوڑ کر دنیا کی طلب میں اکبر کے فاسد خیالات کا سرگرم پرچارک بن گیا۔اکبر ایسے بے علم بادشاہ نے ملا مبارک جیسے عالم وفاضل انسان کی تائید پا کر ''دین الٰہی'' کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی، اور اس میں داخل ہونے والوں کے لیے ایک عہد نامہ ترتیب دیا۔ جس کے الفاظ یہ تھے: ''میں فلاں ابن فلاں اپنی ذاتی خواہش و رغبت اور دلی ذوق و شوق سے دین اسلام مجازی وتقلیدی کو ترک کر کے اکبر کے دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مرتبے قبول کرتا ہوں۔یعنی ترک مال، ترک جان، ترک عزت و ناموس اور ترک دین کا اقرار کرتا ہوں۔'' اکبر کے دین الٰہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سورج کی پرستش چار وقت لازمی قرار دی گئی۔آگ، پانی، درخت اور گائے وغیرہ کا پوجنا جائز ہو گیا۔ماتھے پر قشقہ لگانا، گلے میں زنار پہننا، نئے مذہب کی علامت بن گیا۔ان کے علاوہ داڑھی منڈوانا، غسل جنابت نہ کرنا جبکہ ختنہ کی رسم کو بیکار و باعثِ آزار سمجھ کر ترک کرنا دین الٰہی کے ماننے والوں کی شناخت قرار پائی۔

ان دنوں اکبر کا دارالحکومت بجائے دہلی کے آگرہ ہوتا تھا اور اس زمانے میں آگرہ کا نام اکبر آباد تھا۔جناب شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند سے آگرے کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے بڑی دلیری و بے باکی سے اکبر کے درباریوں سے فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا بادشاہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے پھر گیا ہے، اور اللہ کے دین سے باغی ہو گیا ہے۔جاؤ اسے میری طرف سے جا کر کہہ دو کہ دنیا کی یہ دولت وحشمت اور تخت وتاج سب فانی ہیں۔وہ توبہ کر کے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو اور ان کی اطاعت کرے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے۔'' درباریوں نے آپ کا پیغام لیا اور اکبر کو پہنچا دیا، لیکن اکبر نے سنی ان سنی کر دی اور مطلق پروانہ کی، بلکہ الٹا آپ کو مباحثہ کا چیلنج کر دیا جسے آپ نے فوراً قبول کر لیا۔دنیا کو دین پر ترجیح دینے والے علماء اکبر کی طرف تھے اور دنیا کو دین پر قربان کرنے والے چند بوریہ نشین اصحاب آپ کے ساتھ۔مباحثہ کا انتظام ہو چکا تھا مگر کارکنانِ قضا وقدر کو منظور نہیں تھا کہ اکبر جیسے بے علم و بے دین بادشاہ کے دربار میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر مر مٹنے والوں کی رسوائی ہو۔ابھی مباحثہ کا آغاز ہونے بھی نہ پایا تھا کہ ہوا کا ایک سخت طوفان آیا اور تمام دربار اکبری تہ و بالا ہو گیا۔خیموں کی چوبیں اتنے زور سے اُکھڑیں کہ ہزار کوششوں کے باوجود پھر انہیں سنبھالا نہ جا سکا۔ قدرت خدا کی کہ اکبر اور اس کے تمام ساتھی زخمی ہو گئے لیکن جناب شیخ اور ان کے درویشوں میں سے کسی کو ایک خراش تک نہ پہنچی۔مؤرخین کہتے ہیں کہ انہی زخموں کی وجہ سے جو مباحثہ کے دن خیموں کی چوبوں سے اکبر کو آئے 1605ء میں اکبر کی موت واقع ہوئی۔ نیز لکھا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ اپنے عقائد سے تائب ہوا اور بستر مرگ پر نئے سرے سے اسلام قبول کر کے دنیا سے گیا۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر کے دور میں بھی آپؒ پر آغاز میں بہت مصیبتیں آن پڑیں۔سب امراء، رؤسا، آپ کے مخالف تھے۔ جہانگیر نے آپ کو 1619ء میں قلعہ گوالیار میں قید کر دیا مگر بعد میں جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے شیخ مجدد الف ثانیؒ کو رہا کر دیا اور عزت کی۔قید کی حالت میں بھی سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا تاکہ حضرت مجدد کا رابطہ عوام اور خواص سے کسی صورت نہ ہو سکے، تاہم آپ نے عوام سے رابطہ بڑھانے اور اصلاح کی سعی جاری رکھی۔ خواص امراء اور روساء کے علاوہ علماء صوفیاء کی اصلاح پر توجہ دی۔ امراء روساء کے نام 200 اصلاحی خطوط آپ کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں اور مکتوبات کے نام سے مشہور ہیں۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کوششوں سے جہانگیر کے خیالات میں بھی تبدیلی آئی اور اس نے اکبر کے جاری کردہ ''دین الٰہی'' کو منسوخ کر دیا اور اسلامی شریعت کے مطابق عدل وانصاف کی کوشش کی۔حضرت مجددؒ ہی کے اثرات کی وجہ سے شاہی خاندان میں اسلام سے وابستگی لوٹ آئی اور جہانگیر سے بہتر شاہجہان اور اس سے بہتر اورنگ زیب عالمگیر جیسا حکمران نصف صدی کے اندر ہندوستان کو میسر آ گیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں

خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں بلند مرتبے پر فائز تھے۔ آپ کی روحانی فضیلت مسلّمہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ ایک صاحب طرز ادیب اور منفرد انشاء پرداز بھی تھے۔ آپ نے اپنے عہد کے مطابق متعدد رسالے لکھے اور کتابیں تالیف فرمائیں۔ ان میں سے رسالہ اثبات النبوۃ، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ ردّ روافض اور معارف الدینیہ زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کا اصل کارنامہ دین اسلام کا دفاع اور عام بے دینی کے ماحول میں ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ اور ایمان بالرسالت کا اثبات اور اہمیت کو واضح کرنا تھا۔ آپ نے سنت رسول ﷺ پر بہت زیادہ زور دیا۔ سلسلہ نقشبندیہ کو آپ کے عہد میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اور یہ ہندوستان سے افغانستان اور روسی علاقہ جات کے علاوہ ترک تک جا پہنچا۔ آپ کی وفات مغل بادشاہ جہانگیر کے عہد میں 1034 ہجری (دسمبر 1624ء) سرہند میں ہوئی۔

آپ نے علماء صوفیاء کی بدعات و اختراعات کو بھی نشانہ تنقید بنایا اور ان کی اصلاح فرمائی۔ تصوف کو شریعت کا پابند بنانے کے لیے آپ نے بھرپور کوششیں کیں، تصوف میں ریاضتوں کو کم کر کے آسانیاں پیدا فرمائیں۔ آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں اکبر کے باطل دین کا قلع قمع ہو گیا اور اس کے اثرات بھی ایک نسل کے اندر اندر مٹ گئے بلکہ آئندہ آنے والے حکمرانوں کے لیے بھی ایسی کسی مذموم حرکت کا دروازہ بند ہو گیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہندومت کی بیداری کی وجہ سے ہندوؤں کے اس خطرناک منصوبے (مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام کو ختم کرنا اور نیا دین جاری کروانا) کو خاک میں ملا دیا گیا۔ علامہ اقبال نے مجدّد الف ثانی کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

حاضر ہوا میں شیخ مجدّدؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

☆☆☆

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 35 روپے، اشاعتِ عام: 20 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون 35869501-03
maktaba@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆ دینی مزاج کے حامل گھرانے کی دوشیزہ، تعلیم ایم ایس سی (اکنامکس)، عمر 29 سال، قد 5 فٹ، خوش شکل کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0308-9050858

☆ لاہور میں مقیم اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، قد "5-7 تعلیم B.S BioTech، تدریس کے شعبہ سے منسلک کے لئے نیک سیرت، دین دار پڑھے لکھے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0321-4929671

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، دراز قد، ایم اے سائیکالوجی (زیر تعلیم) کے لئے دیندار، تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0306-6020055 041-8523215

☆ فیصل آباد کی جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، قد "5.4، تعلیم ایم بی اے اور دوسری بیٹی عمر 24 سال، قد "5.6، تعلیم ایم فل کیمسٹری کے لئے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے برسرروزگار لڑکوں کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0345-7805831

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، قد "5.1، تعلیم بی ایس سی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ سنجیدہ افراد رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0321-4606682

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کے امیر محمد ناصر بھٹی کا پتے کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ منفرد اسرہ عارف والا کے رفیق تنظیم فیاض احمد کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

تنظیمی اطلاع

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام 29 ستمبر 2013ء بروز اتوار دن گیارہ بجے سیرت سٹڈی سنٹر سیالکوٹ میں "سیرت رسول ﷺ اور اسلام کا سیاسی نظام" کے موضوع پر جناب خالد محمود عباسی (نائب ناظم اعلیٰ برائے شمالی پاکستان) خطاب کریں گے۔ (منجانب حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن)

برائے رابطہ: 0300-6819279

”اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے“

اسلام کے خلاف صہیونی و صلیبی منصوبہ بندی پر تبصرہ

پروٹوکولز کے تناظر میں

غلام خیر البشر فاروقی

عیسائیت سے متصادم اخلاق و کردار عیسائی نوجوانوں میں انیسویں صدی تک پیدا کر دیا گیا تھا، جس کے محرکین یہی صہیونی تحریک کے دماغ تھے۔ یہ ذہنیت سترھویں صدی کی تھی، جبکہ انیسویں صدی تک حالات ''فزیبیلٹی'' کے عین مطابق عیسائیت کو غیر محسوس انداز میں کچلتے ہوئے ''فیصلہ کن'' راونڈ میں عالمی فیڈریشن (Globalization) یا صہیونی بادشاہت کے قیام کی طرف بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہود نے نہ صرف اسلام بلکہ ''انسانیت کے خلاف حملہ کیا، جس کا مقصد تسخیر عالم ہے۔ تسخیر عالم کا یہ منصوبہ انہوں نے بعثت مسیح علیہ السلام سے بھی بہت پہلے بنایا۔ تاریخ جوں جوں آگے بڑھی، اس ''فزیبیلٹی'' کے تسلسل میں مزید جزئیات حالات زمانہ کے تحت رو پذیر ہو کر بڑی خاموشی کے ساتھ اُن کے تسخیر عالم کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرتی رہیں۔ یہودیوں کا تسخیر عالم کا منصوبہ اپنے ''علامتی سانپ'' The symbolic Snak of judism کے منصوبے کی اس طرح تشریح کرتا آ رہا ہے کہ ''سانپ کا سر'' منصوبہ سازوں اور منتظمین کی علامت ہے، تو دھڑ پوری یہودی قوم ہے۔ جبکہ سانپ کے سر (انتظامیہ) کو ہمیشہ اس کے دھڑ (قوم) سے اوجھل رکھا گیا ہے۔ اس طریقۂ واردات سے جن غیر یہودی اقوام پر یلغار کی جاتی ہے، سانپ ان کے قلب و دماغ میں گھس کر ان کی حکومتوں کو اپنی زہریلی نشیلی ویکسین کے ذریعے مفلوج کر دیتا ہے۔ ایک صدی قبل مذکورہ بالا تشریح میں کہا گیا تھا کہ ابھی تک طے شدہ منصوبے پر کام ختم نہیں ہوا۔ جب تک یورپ کے گرد سانپ اپنا گھیرا مکمل نہ کر لے، بلکہ اس ہدف سے بھی بہت آگے حتیٰ کہ پوری دنیا اس سانپ کی کنڈلی میں نہ آ جائے۔ اس مقصد اور ٹارگٹ کا حصول ان ممالک کی معیشت پر مکمل قبضہ سے ہی ممکن ہو گا۔ صہیونی علامتی ''سانپ کا سر'' صہیونیت کے مرکز تک صرف اسی وقت پہنچ سکے گا جب یورپی ممالک کی تمام تر حاکمیت اس سانپ کے قدموں میں گر چکی ہو گی اور یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہو گا جب معاشی بحران ہمہ جہت تباہی و بربادی، مذہبی اور اخلاقی دیوالیہ پن، (جس میں یہودی دوشیزائیں مشنری جذبے کے ساتھ اہم کردار ادا کرتی رہیں گی) اپنی انتہا کو پہنچے گا۔ غیر یہودی اقوام کی چیدہ چیدہ شخصیات اور سربراہانِ مملکت کے اندر فحاشی کی سرایت کا یہ یقینی راستہ ہے......

929 قبل مسیح کے پہلے یورپی مرحلے کے دوران علامتی سانپ کا راستہ اس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔ پیریکلس کے دورِ حکومت میں اس نے قبرص کے گرد اپنی کنڈلی لپیٹ کر اسے ہڑپ کرنا شروع کیا۔ دوسرے مرحلہ میں 69 قبل مسیح میں آگنسکی رومی حکومت سانپ کی کنڈلی کا نوالہ بنی۔ تیسرے مرحلے میں 1552ء میں چارلس پنجم کے عہد میں سپین پر چھا جانا تھا۔ جب کہ چوتھے مرحلے میں 1790ء کے دوران پیرس کی فتح تھی یہ لوئس XVI کا دور تھا۔ پانچواں مرحلہ نپولین کی شکست کے بعد 1814ء سے لندن میں شروع ہوا۔ چھٹا مرحلہ 1871ء میں برلن میں فرانکو پروشن جنگ سے اور ساتواں مرحلے میں سانپ کا یہ سر 1881ء میں سینٹ پیٹر برگ تک جا پہنچا۔

غیر یہودی اقوام کی ریاستیں جہاں جہاں سانپ کی لکیر لگی ہے، اپنے ملکی آئین و قانون کی بنیادوں میں زلزلے کے اثرات بد سے نہ بچ سکیں۔ یہاں تک کہ بظاہر مضبوط جرمنی بھی قانون کی حکمرانی میں ناکام رہا۔ مالی و معاشی میدان میں یہود نے جرمنی اور برطانیہ کو اس وقت تک اپنے فزیبیلٹی پروگرام کے مطابق آزاد چھوڑے رکھا جب تک اس سانپ نے روس پر (1905ء) تسلط نہ جما لیا، جس کے لئے اس نے روس پر پوری توجہ مرکوز کر رکھی تھی۔ نقشے پر اس علامتی سانپ کا آئندہ راستہ واضح نہیں کیا گیا تھا۔ مگر آثار بتا رہے تھے کہ جارحیت کا ہدف بیسویں صدی میں آخری منزل کے طور پر خلافت عثمانیہ ہی تھی۔ جہاں سے سانپ کی نئی کنڈلی کی لکیر بیت المقدس سے ہوتے ہوئے گریٹر اسرائیل کی حدیں طے کرتے ہوئے نیل سے دجلہ تک متعین کر دی گئی۔ (یہ نقشہ یہود کے طے کردہ ترک انقلاب کے رونما ہونے سے برسوں قبل تیار کیا گیا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پروٹوکولز کی جھلکیاں 1896ء)

تب یہودی منصوبہ سازوں نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ ہماری منزل مقصود اب صرف ایک صدی دور ہے۔ ہمارا علامتی سانپ جو ہم لوگوں کی نانی ہے ہمارے ''نقوشِ پا'' پر اپنی کنڈلی کا دائرہ مکمل کیا ہی چاہتا ہے۔ اور جوں ہی یہ حلقہ مکمل ہو گا یورپ کی ساری ریاستیں ہماری مضبوط گرفت میں آ جائیں گی۔ (آفریں بنی اسرائیل آفریں، قابل داد ہے تمہاری منصوبہ بندی کہ بیسویں صدی کے آخر تک یہ ریاستیں ان کی گرفت میں آ چکی ہیں) (جاری ہے)

بقیہ : اداریہ

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کی شیطانی مثلث کی طرف سے ہمیں مٹانے، ہماری ایٹمی طاقت اور نظریاتی شناخت کے کلیتاً خاتمے کی خوفناک تدبیریں ہو رہی ہیں۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) شاہد عزیز کے مطابق امریکا افغانستان سے انخلاء سے پہلے پاکستان کی جوہری تنصیبات کا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ افغانستان پر جنگ مسلط کرنے سے امریکا کے پیشِ نظر جہاں اسلامی نظام کے قیام کی کوشش کو ابتدا ہی میں سبوتاژ کرنا تھا، وہاں یہ بات بھی اُس کی پلاننگ کا حصہ تھی کہ جیسے بھی ہو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر ضرب لگا کر اُس کے ایٹمی دانت توڑ دیئے جائیں۔ گزشتہ بارہ تیرہ سال کے دوران ہمارے ایٹمی اثاثوں کے بارے میں اُس کا گمراہ کن پروپیگنڈا اور سازشی منصوبے اسی کے عکاس ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دشمنوں کی سازشوں کا ادراک کریں اور اُن کے خلاف جراتمندانہ موقف اختیار کریں۔ نائن الیون کے بعد ''زمینی حقائق'' کی رٹ لگا کر ہم نے مداہنت اور منافقت کی جو تخم ریزی کی تھی، اس سے اُگنے والی جھاڑیوں سے ہمارا قومی وجود چھلنی ہو چکا ہے۔ ملک کو امریکی ایجنسیوں کی چراگاہ بنانے اور ڈرون حملوں پر مکارانہ مفاہمت سے ہماری سلامتی داؤ پر لگ چکی ہے۔ ہمارے ایٹمی اثاثوں کو لاحق خطرات بہت بڑھ چکے ہیں۔ بظاہر ہمیں بند گلی میں دھکیلا جا چکا ہے۔ اس صورتحال سے نکلنے کا ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم امریکی غلامی کا قلادہ گلے سے اتار پھینکیں اور اللہ کی غلامی اختیار کریں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مروجہ اسلامی بنکاری؟

اوریا مقبول جان

گزشتہ دوصدیوں سے سودی معیشت پر پلنے والے ترقی یافتہ ممالک پر جب 2008ء میں معاشی بحران آیا تو ان بلند وبالا معیشتوں کی کھوکھلی عمارتیں زمین بوس ہونے لگیں۔ ابھی صرف پراپرٹی کے شعبے میں لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجیاں غارت ہوئی تھیں کہ اس کا خوف امریکہ اور یورپ کی معیشتوں پر چھا گیا۔ لوگوں کا اعتماد پہلے بینکوں سے اٹھا، پھر سٹاک ایکسچینج کے حصص بے قیمت ہونے لگے اور آخر میں لوگوں نے کرنسی نوٹوں کو ردّی کے ٹکڑے سمجھتے ہوئے اپنی بچت سونے اور چاندی کی صورت میں محفوظ کرنا شروع کر دی۔ بینکوں کو اپنی دکانوں کے مستقل بند ہونے اور حکومتوں کو معاشی طور پر تباہ ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے سود کو معطل کر دیا اور ابھی تک دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ممالک میں سود کی شرح ایک فیصد کے لگ بھگ ہے، جسے انتظامی اخراجات کے طور پر وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن دوسرا قدم زیادہ چالبازی والا تھا۔ فوراً تمام بینکوں نے اسلامی بینکنگ کے نام پر کھڑکیاں کھول دیں۔ بڑے بڑے معاشی پنڈت اس کی افادیت کا درس دینے لگے۔ اس کے نفع و نقصان میں شراکت کو عیاں کرنے لگے۔ یوں بینکوں کے سودی کھاتوں سے خوفزدہ لوگوں نے اپنی رقوم ایسے کھاتوں میں منتقل کرنا شروع کر دیں جنہیں یہ لوگ اسلامی کہتے تھے، یہاں تک کہ دنیا بھر میں تیس فیصد سے زیادہ رقوم ان کھاتوں میں جمع ہو گئیں جن میں سے بیشتر مسلمانوں کی تھیں۔ اسلامی بینکنگ اور اس کا تصور تو تین چار دہائیاں پرانا ہے اور معاشی ماہرین یہودیوں کے ایجاد کردہ اور سودخوروں کے وضع کردہ بینکنگ کے نظام پر مدت سے اسلام کا غلاف چڑھانے کی انتھک کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن پاکستان میں اس کی ترقی اور پھیلاؤ سپریم کوٹ کے اس تاریخی فیصلے کے بعد ہوا جو 14 رمضان 1420 ہجری کے دن اس نے سنایا۔ عدالت عظمیٰ نے تمام بینکوں کے مروجہ طریق کار کو حرام قرار دیتے ہوئے 30 جون 2001ء تک سودی بینکاری ختم کرنے کے لیے کہا۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ نواز شریف حکومت کی اس اپیل پر کیا جو انہوں نے اپنے پہلے دور اقتدار میں شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف کی تھی اور جس میں سودی نظام کو جاری رکھنے کی درخواست کی تھی۔ پاکستان کو اللہ کی عدالت میں سرخرو کرنے والے ان ججوں میں جسٹس وجیہ الدین بھی شامل تھے جنہیں اسی پارٹی کے ارکان پارلیمنٹ نے صدارت کے قابل نہ سمجھا۔ اللہ جب دلوں پر مہر لگا دے تو پھر پارٹی مفاد سے آگے کچھ نظر نہیں آیا کرتا۔

اس فیصلے کے بعد بینکوں کے اس کریہہ کاروبار کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کا کام تیزی سے شروع ہوا۔ مفتیان کرام، اسلامی معیشت دان اور بینکاری کے جغادری سر جوڑ کر بیٹھے کہ کس طرح دوسو سال پرانے اس سرمائے اور سود پر پلنے والے نظام کو مشرف بہ اسلام کیا جائے۔ سارا حسن ترتیب جوں کا توں رہا، چیک بک بدلی نہ کھاتے، اے ٹی ایم کا طریقہ بدلا نہ قرضہ لینے اور دینے کا معاملہ۔ ہاں البتہ یہ بتایا گیا کہ ہم آپ کی آمدن کو کسی ایسے کاروبار میں نہیں لگائیں گے جس میں سود کا عمل دخل ہو۔ فقہ کی تدوین اور اجتہاد سے مضاربہ، مرابحہ، مسومہ، بیع مسلم اور اجارہ جیسے تصورات بینکنگ کی روزمرہ زندگی میں متعارف ہوئے۔ لوگوں کو ایک گونہ اطمینان ہونے لگا کہ چلو اب ہم حرام نہیں کھائیں گے، نہ ہماری رقوم حرام جگہ خرچ ہوں گی۔

اس وقت ملک میں پانچ خالص اسلامی بینک کام کر رہے ہیں اور 14 کمرشل بینکوں نے اسلامی بینکاری کی کھڑکیاں کھول رکھی ہیں۔ اسلامی بینکاری اور نفع ونقصان کی شراکت پر کھاتے داری کو دیکھنے کی ذمہ داری سٹیٹ بینک آف پاکستان کی ہے۔ بینکوں کے جمع کرائے گئے اعداد وشمار دیکھیں تو آپ کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے، حالانکہ لوگ ان اسلامی بینکوں پر اس وجہ سے بھروسا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مفتی کو شرعی ایڈوائزر رکھا ہوا ہے۔

سٹیٹ بینک کے ریکارڈ کے مطابق مارچ 2013ء تک اسلامی بینکاری والے کمرشل بینکوں نے جو ریکارڈ مرکزی بینک میں جمع کرایا، اس میں اسلامی بینک کاری اور سودی بینک کاری کی کوئی علیحدہ تقسیم موجود نہیں۔ یعنی بکری اور خنزیر کا گوشت ایک جگہ جمع ہے۔ ہم حسن ظن رکھتے ہیں کہ انہوں نے اندرونی طور پر یہ حساب کتاب علیحدہ رکھا ہوگا، لیکن وہ اعداد شمار جنہوں نے مجھے خوف میں مبتلا کیا وہ ہر اس شخص کے لیے پریشان کن ہیں جو اپنے سرمائے کو سود سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔

مارچ 2013ء تک پوری اسلامی بینکنگ انڈسٹری کے اثاثہ جات 847 ارب تھے جن میں کھاتوں کی رقم 704 ارب تھی۔ اس رقم میں سے انہوں نے 666 ارب روپے اپنی مختلف سکیموں میں لگائے یعنی Invest کیے۔ میں باقی سکیموں کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا کہ یہ ایک لمبی بحث ہے، لیکن ان تمام بینکوں نے تقریباً 308 ارب روپے یعنی اپنی کل کھاتے داری کا 44 فیصد فیڈرل گورنمنٹ سیکورٹیز میں لگایا، یعنی حکومت پاکستان کو قرض دیا۔ وہ حکومت جو گزشتہ 50 برسوں سے خسارے کا بجٹ پیش کر رہی ہے، اُسے دی گئی رقم پر منافع کمایا، لیکن اسے عام بینکوں کے سودی منافع سے مختلف دکھانے کے لیے ''اجارہ سکوک'' کے نام سے بھول بھلیوں والا ایک طریق کار وضع کیا گیا۔ ''سوک'' ایسے سرٹیفکیٹ کو کہتے ہیں جو کسی قابل Tangible اثاثے کی مالیت کے برابر ہوتے ہیں۔ دیکھئے حکومت کو اپنے کسی ڈیم موٹروے یا کسی اور پراجیکٹ کے لئے قرض لینا ہو تو وہ اس قرض کا معاہدہ اسلامی بینک کے ساتھ کرتی ہے جسے ''اجارہ'' کہا جاتا ہے، اس قرض کو اسلامی طریق تجارت میں ڈھالنے کے لیے ایک Spv (Special purpose vehicle) بنائی جاتی ہے جو اسی حکومتی ادارے کی ایک کاغذی کمپنی ہوتی ہے۔ وہ اس پراجیکٹ کی کنسلٹنٹ سے ویلیویشن وغیرہ کرواتی ہے، پھر وہ اس پراجیکٹ کی قیمت کے برابر سکوک شیئرز بانڈ جاری کرتی ہے جنہیں یہ تمام اسلامی بینک خریدتے ہیں اور منافع کماتے ہیں۔ اس کی مثال جنوری 2006ء میں جاری ہونے والے 8 ارب کے واپڈا سکوک بانڈ ہیں جنہیں ایک کاغذی کمپنی ''واپڈا فرسٹ سکوک کمپنی'' نے جاری کیا جو منگلا ڈیم کی توسیع کے لیے جاری کیے گئے۔ ان بانڈوں پر سود کا ایک شاندار تڑکا اس طرح لگایا گیا کہ ان کی ادائی چھ ماہ کے KIBOR ریٹ جمع 35 Basis پوائنٹ کے ساتھ کی گئی۔

اپنے سادہ لوح عوام کے لیے بتاتا چلوں کہ KIBOR کا

مطلب ہے۔ Karachi inter bank open market rate یہ عالمی سطح پر لندن انٹر بینک اوپن مارکیٹ ریٹ کی طرح نظام ہے۔ اسے جو بھی نام دیں، کرنسی ریٹ کہیں یا کچھ اور لیکن تمام معیشت دان جانتے ہیں کہ یہ دنیا میں سود کو ماپنے کا پیمانہ ہے کہ کس شرح سود پر بینک دوسرے بینکوں سے لین دین کر سکتے ہیں۔ یہ روزانہ کے حساب سے گھٹتا بڑھتا ہے۔ ان تمام سکوک بانڈز یا شیئرز جن پر حکومت ان کو منافع دے رہی ہے وہ KIBOR اور LIBOR کے شرح پر ہے۔ کون سا کاروبار اور کون سی تجارت اور کون سا نفع و نقصان، سود کو حلال کرنے کا ایک راستہ ہے۔ اس تمام سرمائے کو حکومت پاکستان کی ضمانت حاصل ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے موٹروے، منگلا ڈیم یا کسی اور منصوبے میں کتنا نفع اور کتنا نقصان ہوا۔ ساری حکومت نقصان میں ہے۔ لیکن سکوک بانڈ پر KIBOR اور LIBOR کی شرح پر منافع کی ادائی ہو رہی ہے۔ اس منافع کو وہ شراکت کا کھاتہ بتا کر سادہ لوح لوگوں کو اسلامی منافع دیتے جا رہے ہیں۔ کیا حکومت کو پیسے دے کر ایک شرح پر منافع لینا نفع نقصان کا کاروبار ہے یا سود۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام؟

حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کے افراد نے اللہ کے ایک حکم کی ایک خاص مکر کے ساتھ خلاف ورزی شروع کی۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہفتے کے دن کاروبار یا شکار وغیرہ نہ کرو۔ انہوں نے دریا کے اندر نہریں بنا دیں اور ان نہروں میں جال لگا دیے۔ مچھلیاں ہفتے کے دن آتیں اور جالوں میں پھنس جاتیں، وہ انہیں پڑا رہنے دیتے اور اتوار کے دن نکال لیتے اور ساتھ تازہ شکار بھی کرتے۔ اللہ کے ساتھ مکر و فریب کا یہ طریقہ ایسا تھا جس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی اور حکم ہوا کہ ”جاؤ ہو جاؤ تم بندر“ اور وہ بندر بن گئے۔ سوال پوچھا جاتا ہے کہ حل کیا ہے۔ مجھے حیرت ان مفتیان کرام پر ہے جو سطحی معاملات پر غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں، لیکن اُس جرمِ عظیم پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں جس کا ارتکاب اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہم ایک راستہ نکال رہے ہیں۔ اللہ کے ہاں حق اور باطل میں کوئی درمیان کا راستہ نہیں۔ کسی گناہ پر آدمی خود کو، خاندان کو، دوستوں کو، قبیلے کو بلکہ پوری قوم کو مطمئن کر سکتا ہو گا لیکن کیا یہ جواز روزِ حشر اللہ کے سامنے دیا جا سکے گا؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

شیدہ بانڈہ صوابی میں ایک روزہ دعوتی پروگرام

ضلع صوابی کے گاؤں شیدہ بانڈہ' شیوہ اڈہ کے ایک رفیق لیاقت خان نے جو کاروبار کے سلسلے میں اسلام آباد میں مقیم ہیں، ناظم حلقہ خیبر پی کے جنوبی سے رابطہ کر کے اپنے علاقے شیدہ بانڈہ میں درس قرآن پروگرام کے انعقاد اور علاقے کے لوگوں کو تنظیم کی دعوت سے روشناس کروانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ناظم حلقہ نے سینئر رفیق ڈاکٹر حافظ محمد مقصود سے اس پروگرام کے حوالے سے مشاورت کی اور صوابی کا پروگرام طے پا گیا۔ یکم ستمبر 2013 دن 11 بجے ڈاکٹر صاحب راقم الحروف کو ہمراہ لے کر مردان سے روانہ ہوئے۔ تقریباً 12 بجے ہم رفیق تنظیم لیاقت خان کے گھر شیدہ بانڈہ پہنچ گئے۔ مشروبات سے تواضع کے بعد جامع مسجد شیدہ میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد ڈاکٹر محمد مقصود نے ”عظمت قرآن“ کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ انہوں نے قرآن کے مقصدِ نزول اور بندۂ مومن پر قرآن حکیم کے حقوق کی وضاحت کی۔ شرکاء نے درس کو بہت پسند کیا اور علاقے میں ماہانہ بنیادوں پر ایسے حلقۂ قرآنی کے قیام کا تقاضا کیا۔ اس پروگرام میں 3 رفقاء اور 17 احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد لیاقت خان نے اپنے حجرے میں ظہرانہ دیا۔ کھانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حجرے میں احباب کے سامنے ”فرائض دینی کے جامع تصور“ پر وائٹ بورڈ کی مدد سے سیر حاصل بیان کیا۔ اس محفل میں موجود احباب میں سے دو نے بعد میں تنظیم کی رفاقت اختیار کی۔ اور بیعت فارم پُر کر کے راقم کے حوالے کیے۔ باقی احباب نے بھی فرائض کی انجام دہی کے لئے تنظیم میں شمولیت کا عزم ظاہر کیا۔ پروگرام کے آخر میں راقم نے حاضرین میں ”رسولِ انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب“ کے ہینڈ بل تقسیم کیے۔ نئے شامل ہونے والے رفقاء نے مبتدی تربیتی کورس پشاور میں شمولیت کرنے کا عزم کیا۔

تقریباً ساڑھے تین بجے مختصر دعوتی پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ ہمیں اپنے دین کی محنت کے لئے قبول فرمائے اور ہماری اس محدود سعی کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عنایت فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: محمد عادل، مردان)

ممتاز آباد تنظیم کے تحت ماہانہ درسِ قرآن پروگرام کا آغاز

تنظیم اسلامی ممتاز آباد حلقہ جنوبی پنجاب کے تحت ایک نئے حلقہ درس کا آغاز 8 ستمبر 2013ء سے ہوا۔ یہ درس جو امیر حلقہ پنجاب جنوبی ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی دیتے ہیں، ماہانہ بنیادوں پر جامع مسجد ضیاء العلوم قاسم پور میں ہو رہا ہے۔ 8 ستمبر کے درس میں امیر حلقہ نے بعد نماز عصر سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات کی روشنی میں عظمت قرآن کے موضوع پر مفصل بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے ناموں میں پسندیدہ نام رحمٰن ہے۔ اللہ نے انسانوں کو جو علوم سکھائے ان میں چوٹی کا علم قرآن ہے۔ اللہ نے جتنی مخلوقات کو پیدا کیا، ان میں اعلیٰ تخلیق انسان ہے، اور اُس نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں ان میں چوٹی کی صلاحیت بیان ہے۔ اس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اشرف المخلوقات انسان اپنی تمام تر صلاحیتیں قرآن کے بیان کے لئے وقف کر دے۔ انہوں نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے کہا کہ مسلمانوں میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آج امت جس زوال کا شکار ہے اس کی وجہ قرآن سے دوری ہے۔

محفل درس میں تقریباً 90 افراد نے شرکت کی۔ اختتام پر شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ امیر حلقہ نے شرکاء درس اور مسجد انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ نماز مغرب کے بعد شرکاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

A Stale-Mate Situation

By Mohammad Faheem

Can somebody foretell about the proposed peace initiative arrived at the APC held recently under the Government's umbrella with encouraging response from almost all the major political parties? As a gesture of positive reaction the Tehreek-e-Taliban Pakistan (TTP) released the abductees of the Gomal Zam Dam and the Government of Pakistan reciprocated by setting free a bunch of detained TTP members. As a result of the expected bilateral engagement in the peace dialogue, a glittering ray of hope sparkled on the dwindling horizon of continued shedding of innocent blood on the sacred soil of Pakistan.

However, the hidden hands are bent upon turning the things into a stale-mate situation and not let the process of peace make any headway. The most mind-boggling question is as to whether the agents of violence and terrorism working at the behest of the foreign powers will cease their heinous activities, having an assigned agenda of spreading bloodshed and undermining the stability of Pakistan?

Doubts have now changed into certainty that Indian RAW, with the backing and connivance of the American CIA and the Israeli Mossad, has been running terrorist training camps across our Western frontiers to carry out regular terrorist and subversive activities inside Pakistan. They have their paid agents both inside and off-the-borders, carrying out criminal and murderous activities inside Pakistan. This is now a long known story and does not need any further testimonials when the facts are analyzed in light of what has been going on in Baluchistan and FATA since long. One of the series of the most fatal blows was the deadly explosion of September 15, in the upper Dir area, which resulted in martyrdom of many of our very high profile military officers, sacrificing their blood for the cause of our motherland. Whenever the possibility of a step forward towards peace finds a chance, something very dubious takes place to undo that effort at some crucial juncture. This dreadful incidence is a case in point which occurred soon after a good start was made towards peace negotiations. There is no bigger self-deception to believe that America and for that matter other invading forces in the region are our well-wishers to whom we are allies in their war of aggression disguised as 'war on terror'. Do we believe that the Western Powers mesmerized by the Zionist lobbies in their rank and file, have not an eagle-eye on our nukes and our potentiality to be a tit-for-tat match to India, which incidentally is presently being groomed against certain regional powers including China and Pakistan?

There may be 'good' and 'bad' Taliban at work but there certainly are foreign and local agents and paid saboteurs for carrying out terrorist activities throughout the country. There is need for clear assessment as to what the strength of the paid terrorists in Pakistan is and who their sponsors are, both within and without? On the top of that how many organizations, NGOs, TV anchor persons and individuals attached to foreign missions have been carrying out anti-Pakistan, anti-army and anti-ideology campaigns is another matter of concern. Unfortunately nobody has given any heed to this complexity of the situation. No doubt, there are TTP belligerents but in the guise of Taliban other saboteurs have mushroomed through the length and breadth of the country under a sustained planning of certain foreign agencies. Many a time very responsible people hailing from the government and public circles have been hinting at this skeptical situation that has been perplexing, all and sundry, as to who are the real players behind these criminal games taking the whole nation to the worst of fatal consequences. There can only be two possible options to this agonistic situation. Either we have to affirm that there are foreign elements

backing and supporting bulk of the terrorist activities within Pakistan or alternately we have to make denial of any such reality and declare it as simply an indigenous nightmare. Negation of the possibility of existence of such fatal elements at work in Pakistan should relieve us from our worries and thereafter we are required to focus on finalizing our dispute with the Taliban either through peaceful negotiations or through the use of force.

Either way, we have to come out with a clear understanding about the presence of the extra-Taliban elements before we can proceed with the matter in a more tangible way. To be honest, no one even in the highest hierarchy of the government can deny these facts but how to call a spade a spade is the question to be or not to be!

We are cursing, invariably, the attitude of forcing somebody's ideology on the rest of the people but hesitate to admit that the Constitution of Pakistan has all the provisions of enacting Islamic Laws through a parliamentary process. None of the governments, civil or military, has ever been faithful to the constitution and almost all of them have been found to go against the very fundamentals of the Law of the Land. Let the people sitting at the legislative domain honestly legislate the laws in accordance with the spirit of the constitution. This is obligatory on us but our rulers are shirking this obligation. Let us do that and then we will be in a position to say to anyone demanding Islamic system that we have done it already, or at least are making our best possible effort to do so through a methodology laid down in the Constitution of Pakistan itself. Do we not understand that the system of riba and usury in vogue in the country is tantamount to indulging in waging a war against Allah *(SWT)* and His Prophet *(SAW)* (Al-Qur'an)? There are other Laws needing revision through legislation in accordance with the Divine Law. As such we are duty-bound to go after that to fulfill the constitutional requirement. Let us show to the TTP or any other segment of the society demanding the Islamic System of Social Welfare that we are earnestly doing our part. Pronouncing such an honest determination by those at the helm of the affairs will be a silencing answer to those who feign to bring Islam through coercive approaches. Once that is done, the rulers will be able to negotiate from a stronger and a more assertive position thus enabling them to negotiate and settle issues on their own terms. After such steps have been taken, there will remain no justification for any group to rise in rebellion against the state (being an Islamic state) on the pretext of imposing their own brand of Islam. In that case the state will have full justification to act against the law-breakers on one or the other pretext. Let us try this feasible and simple way which is morally, religiously and constitutionally mandatory on us, the very pledge that our nation created this country to make it a welfare Islamic state. Enough is enough. Let us make a clear gesture to our 'friend' America that we are no more fighting your war within our frontiers. Let's be reminded that the FATA people have a genuine case against us in the shape of Quaid-e-Azam's commitment of no-military interference in the tribal belt. By breaking that pledge we have rendered our security vulnerable to the affliction of the enemy. Remedy lies in that we say 'no more' to America and bring about a complete paradigm shift in the situation and come out of the inferno we have been burning as a whole for more than a decade now. Nothing worse will happen! Rather we will get better if we trust in Allah *(SWT)* and make the right decisions, which should serve as expiation for what wrongs we have committed since we joined the forces of evil in their aggression against our brotherly country, Afghanistan. Though it was a single man's decision, yet he has proved to be an arsonist for the whole nation and the region at large.

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام